آنگن میں اترے چاند

مریم ساجد

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

آنگن میں اترے چاند

مریم ساجد

آنگن میں اترے چاند

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ کمپوزنگ ٹیم

اصول تو یہ ہونا چاہیے جو سالن بنائے برتن بھی اسے ہی دھونے چاہیں۔سنک پر جھکا وجود جو جلی ہوئی دیگچی مانجتے ہوئے خود بھی جل بھن رہا تھا۔بولا

بالکل ٹھیک !اور جو گند ڈالے اسے ہی فرش چمکانا چاہیے۔فرش پر پونچھا لگاتے وجود نے بھی دہائی

ہاں!سب کو اپنے کپڑے بھی خود دھونے چاہیے!کچن کے پچھلے دروازے کے پاس واشنگ مشین لگائے ایک اور وجود میدان میں کودا۔

کیوں کیوں کیوں؟؟؟ ڈسٹنگ کرتا وجود تڑپ کر سیرھا ہوا۔یہ اس کے لیے سب سے نا پسندیدہ کام تھا

ارے تم لوگوں نے ابھی تک اپنا کام ختم نہیں کیا؟؟؟اوپر سے مزید تین افراد نیچے

دیکھ لو ہم جیت گیے حلانکہ ہماری تعداد کم تھی

بڑا تیر مار لیا ہے تم لوگوں نے تو'ہمارا کام دیکھو اور اپنا کام۔۔۔

برتن دھوتا وجود تو کچھ زیادہ ہی تھکا ہوا تھا۔آدھے برتن ادھورے چھوڑ کر لاؤنج کے صوفہ پر نیم دراز ہو گیا۔

ماسی مصیبتے!تمہیں تو ہر کام ہی بڑا لگتا ہے۔

اوپر سے آے افراد میں سی ایک بولا تو دوسرے نے اسکی تائید کرتے ہوئے کہا۔

ہر کام نہیں بلکہ صرف وہ کام جو اس نے کرنا ہو۔۔۔

آ۔۔اچھا!!صوفہ پر نیم دراز وجود تڑپ کر سیدھا ہوا۔۔

تو پھر ٹھیک ہے کل سے برتن تم دھونا۔۔

اوکے !اور کل سے اوپر کے سارے کمروں کی ڈسٹنگ اور ہر اتوار کو تمام کمروں کے باتھ روم اور وارڈروب آپکے زمے۔۔

ارے واہ!!!میں کیوں کروں یہ سارے کام ؟؟؟

کیوں کے میرے زمے بھی یہی کام ہیں۔اب اگر آپکے حصے کے کام میں نے لیے ہیں تو میرے حصے کے سارے کام آپکو کرنے ہیں اور ہاں ساتھ میں شام کی چاے بھی بنانی ہے ۔ہفتے میں چار دن۔۔اس نے ساری تفصیل بتائی بس بس!میرے زمے جو کام ہیں وہی بہت ہے۔سواری مرے مرے قدموں سے اٹھ کر چلتی ہوئی واپس کچن میں غروب ہو گئی۔۔

او ہو بھی ے تو انکا روز کا معمول ہے۔چلیے ان سے تعارف حاصل کرتے ہیں اور مکمل تعارف کے لیے آپکو گھر سے باہر آنا پڑے گا۔۔۔

ہاں جی!تو جو یہ سلور گرے کلر کا گیٹ ہے نا۔۔۔

چلیے بسم اللہ کریں اور اندر قدم رکھیں۔۔۔۔سرخ پتھروں کی روش۔۔۔۔۔اس گیٹ سے شروع ہوتی ہے اور دوسرے گیٹ تک جا پہنچتی ہے۔۔

وہ دیکھے ذرا وہ بنگلے کے دائیں جانب کون ہے بھلا ! چلیں پہلے ان سے ہی تعارف حاصل کرتے ہیں۔۔۔۔

بس آیندہ میں نے کپڑے نہیں دھونے۔۔

غضب خدا کا۔پورے ہفتے کے کپڑے دھونا کوئی آسان بات ہے اور وہ بھی پورے آٹھ لوگوں کے۔۔بس ختم۔۔۔۔۔

یہ اعلان کرنے والے وڑائچ صاحب کے چوتھے نمبر والے بیٹے عمیر صاحب ہیں۔جو خالص دھوبیوں والے انداز میں کپڑے پٹخ رہے ہیں اور ساتھ ساتھ زور و شور سے بڑبڑا رہے ہیں۔چلیے آگے چلتے ہیں۔۔۔۔

یہ تو کچن ہے اور برتنوں پر اپنا غصہ نکالتے ہوئے اس گھر کے دوسرے نمبر والے سپوت شہر یار صاحب۔۔برتنوں سے انہیں خدا واسطے کا بیر ہے مگر وہ یہ کام چھوڑنا بھی نہیں چاہتے۔۔۔۔کیوں ؟ یہ تو شہر یار صاحب ہی جانیں

چلیں اور آگے چلتے ہیں۔یہ تیسرے نمبر والے موصوف فہد وڑائچ ہیں۔گندگی ان سے بالکل برداشت نہیں ہوتی سو پونچھا لگانا انکی پارٹ ٹائم ہوبی ہے۔

اور یہ جو لاؤنج میں صوفوں پر افراد بیٹھے ہیں۔ان میں دائیں ہاتھ پر چنیل سرچنگ کرتے ہوئے موصوف وڑائچ صاحب کے عہد اور سب سے بڑے صاحب زادے آفاق وڑائچ ہیں۔

ان کے ساتھ ہی یہ جو کیمسٹری کی کتاب میں منہ گھسیڑے رٹا لگانے میں مسروف ہیں یہ ہیں سب سے چھوٹے میاں یعنی سب سے چھوٹے صاحب زادے عاصم وڑائچ اور یہ جو دوسرے صوفہ پر بیٹھے ہوئے مسلسل میگزین کھنگال رھے ہیں یہ ہیں قاسم وڑائچ۔نہایت منہ پھٹ واقع ہوئے ہیں موصوف۔۔۔۔

ارے ارے ذرا دیکھ کر۔۔۔۔۔کوئی ڈنڈا لے کر آرہا ہے۔۔۔۔ڈریں نہیں۔۔۔۔ارے بھی جالے اتارنے ہیں اس ڈنڈے سے آپکو تھوڑی مارنا ہے۔۔۔لیکن یہ ہے کون! آں ہاں اب سمجھ ای آپکی حیرانی کی وجہ۔۔۔۔۔

عمیر صاحب اتنے اچھے نہیں کے ایک وقت میں دو دو کام کریں۔بھی یہ تو اپنے عزیر صاحب ہیں۔عمیر کے جڑواں بھائی۔۔۔صرف چند منٹ چھوٹے ہیں عمیر صاحب سے سو ان کا نمبر پانچواں بنتا ہے شکلاً بھی جڑواں اور عادتاً بھی جڑواں۔۔۔حد سے زیادہ شیطانی دماغ رکھتے ہیں یہ دونو بھائی اور قاسم سے ان دونوں کی نہیں بنتی کیوں کے قاسم صاحب کو تو مرض لاحق

ہے ہر راز بیچ چوراہے پر پھوڑنے کا تو بھلا ایسے بندے کے ساتھ ان کا گزارا ہو سکتا ہے ؟؟؟؟

گھسڑ گھسڑ گھسڑ سڑپ گھسڑ!! ارے یہ تو دیکھے بھلا کون ہیں قمیض دھوتی کے ساتھ ہوائی چپل پہنے ایک بازو میں اچار والا مرتبان ایسے جکڑے ہوئے جیسے ذراسی گرفت ڈھیلی ہوئی تو مرتبان صاحب چھلانگ لگا کر یہ جا وہ جا ہو جایں گے اور دوسرے ہاتھ سے اپنی دھوتی سنبھالنے میں مصروف۔۔۔۔

اوں ہوں۔۔۔کچھ غلط مت سوچیے

باادب باملاحظہ ہوشیار

یہ ہیں اس گھر کے سربراہ چودھری شیر ازوڑائچ صاحب۔۔۔۔۔

ارے آپ تو بیہوش ہونے لگے۔یہ تو بھئی ایسے ہی ہیں۔۔۔

یہ تو تھے اس گھر کے جملہ افراد۔۔۔۔

اں۔۔۔۔صنف نازک کے نام پر اس گھر میں چند ماہ پہلے ایک بوا رہتی تھی مگر پھر انکا انتقال ہو گیا اور یہ گھر صنف نازک سے محروم ہو گیا۔۔۔۔چودھری صاحب کی بیگم کا انتقال تو عاصم کی پیدائش پر ہی ہو گیا تھا۔۔۔۔سواب اس گھر کا صنف نازک سے تعلق نام کی حد تک ہی تھا یعنی

قصرِ لائلپاآج اتوار تھا۔۔۔اس لیے یہ سب اس حلیے میں نظر آرہے تھے ورنہ چودھری شیراز صاحب اس شہر کے مشہور بزنس مین ہیں اور آفاق بھی انکا ہاتھ بٹا تا ہے جب کہ شہریار ایک زہین انجنیئر ہے البتہ یہ ذہانت اور قابلیت صرف انجینیرنگ تک ہی ہے۔ورنہ گھر کے کاموں میں خاصا پھوہڑ قسم کا مرد ہے۔۔

فہد وڑائچ ایک قابل ڈاکٹر ہیں اور شہر کے مشہور ہسپتال سے وابستہ ہیں۔خاصے صلح جو قسم کے ہیں۔ مگر انکی ایک خامی انکی سب خوبیوں پر بھاری ہے۔وہ یہ کہ موصوف ڈاکٹر تو بن گے مگر بلا کے بھلکڑ ہیں۔۔اپنی اس عادت سے وہ خود بھی عاجز ہیں اور دوسروں کو بھی عاجز کیے رکھتے hen

عمیر اور عزیر دونوں MBA فائنل کے نہایت زہین طالب علم ہیں۔ قاسم شہریار کے نقش قدم پر چلتا ہوا اب انجینیرنگ کے پہلے سال میں ہے جب کہ عاصم اپنے فہد بھائی کو idealize کرتا ہوا پری میڈیکل فرسٹ ایر میں تھا۔۔۔

شیراز صاحب نے ان سب لڑکوں کو حقیقتاً ماں بن کر پالا تھا۔ صبح صبح اٹھ کر سب کے لیے ناشتہ بنانا لنچ بنا کر بیگ میں ڈالنا۔ قاسم اور عاصم کو اسکول کے لیے تیار کرنا۔پھر رات کہ کھانا بنانا ان لوگوں کو ہوم ورک کروانا پیرنٹس ٹیچر meating بھگتانا۔غرض کے شیراز

صاحب نے حقیقتاً بہت ٹف اینڈ ٹائٹ زندگی گزاری ملازم رکھنا وہ افورڈ تو کر سکتے تھے مگر کوئی ٹکے بھی تو سہی۔۔

ان لڑکوں کے بیچ گھن چکر بن کر ہر نوکر ایک ماہ بھی بمشکل گزار پاتا اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑا ہوتا۔ اگر ایک کو چاے چاہیے تو دوسرے کو کافی تیسرے کو جوس چوتھے کو دودھ پانچویں کو کچھ اور ملازم بیچارہ تو چکرا کے رہ جاتا۔

پھر کچھ ماہ پہلے شیراز ایک بوڑھی عورت کو نا جانے کہاں سے لے آے تو آہستہ آہستہ گھر کہ نظام درست ہونے لگا۔ لڑکے بھی بوا سے مانوس ہو گے۔ اب ہر کام وقت پر ہونے لگا۔ سب کو اپنی اپنی ضرورت کی چیزیں آرام سے ملنے لگی۔ اگر بوا ان سب کہ خیال رکھتی تھی تو یہ سب بھی بوا کا بہت خیال رکھتے تھے ۔انکی ضروریات انکی ادویات اور انکا ریگولر چیک اپ۔ غرض کہ بوا کی حیثیت اس گھر کے ایک فرد کی سی تھی۔

مگر یہ پر امن دور بھی بہت مختصر ٹھہرا۔ بوا کے انتقال کے بعد قصر لائلہ کا نظام ایک دفعہ پھر درہم برہم ہو گیا۔ پہلے پہل تو سب نے بڑھ چڑھ کر گھر کے کاموں میں حصہ لیا مگر جب مستقل طور پر کام سب کے زمے لگ گے تو وہ جھنجھلا اٹھے۔ شیراز صاحب نے بھی اب پورا گھر ان کے حوالے کر دیا تھا

او یار خدا کے لیے۔ کسی ایک چینل پر لگا رہنے دے۔ فہد نے شہریار کے ہاتھ سے ریموٹ چھیننے کی کوشش کی۔ مگر وہ بھی سنبھل کر بیٹھا ہوا تھا۔

اسکے ہاتھ میں تو خارش ہوتی رہتی ہے۔ آفاق نے بے زاری سے کہا۔

پاکستان اور انڈیا کا میچ لگا ہوا تھا اور ریموٹ شہریار کے ہاتھ میں تھا اور وہ اشتہارات کے دوران چینل تبدیل کر دیتا اور وہ سب بدمزہ ہو جاتے۔

اس وقت وہ سب لاؤنج میں بیٹھے میچ دیکھ رہے تھے شیراز صاحب اپنے کسی کام سے گے ہوئے تھے جب کہ عمیر ابھی باہر گیا تھا اور عاصم اکیڈمی میں تھا۔

تم لوگ اپنی چونچیں بند کرو گے یا میں ٹی وی بند کر دوں ؟؟؟ آخر کار آفاق کو بڑے بھائی والا کردار ادا کرنا پڑا۔۔۔

ایکسکیوز می!

اس صدا پر سبکی نظریں اور گردنیں مشینی انداز میں مڑی۔

ٹی وی لاؤنج کے آخری سرے پر پورے اعتماد سے کھڑی سیلز گرل ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ میچ بھول گیے

جی فرمایے! باقی سب کہ سکتے سے نکلنے کا کوئی امکان نہیں تھا سو آفاق کو ہی پہل کرنی پڑی

ایم سوری ! وہ گیٹ کھلا ہوا تھا تو میں اندر آگئی میں پنک روز کمپنی کی طرف سے ای ہوں۔ہماری کمپنی لپ سٹک۔۔۔آئی شیڈو۔۔۔۔۔۔

وہ اپنی پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ مختلف products کے نام گنوانے لگی

مس! آپ کھڑی کیوں ہیں آہیں بیٹھیں نا۔

عزیر نے فوراًاپنی جگہ خالی کی تو سیلز گرل ایک لمحے کے لیے کنفیوژ ہو گئی۔۔۔

کائنڈلی آپ اپنے گھر کی خواتین۔۔۔۔۔۔۔

ارے آپ پہلے بیٹھیں تو سہی۔۔۔۔

آفاق کے گھورنے کے باوجود عزیر نے اسے بیٹھنے کی پیشکش کر دی۔۔۔

لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب وہ بیچاری گھبرا گئی۔۔۔۔

ارے آپ لیکن ویکن چھوڑیں۔۔بیٹھیں پلیز۔۔۔پلیز۔۔۔۔شہریار نے بھی اصرار کیا تو وہ بیٹھ گئی مگر اسکی چھٹی حس جاگ اٹھی تھی۔۔اسنے اپنا بیگ سینٹرل ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔۔۔جی تو مس۔۔ کھولیں اپنی پٹاری ۔۔۔۔فہد نے جھانک کر اسکے بیگ میں دیکھا۔۔۔۔

لیکن یہ تو۔۔۔۔۔۔۔اس نے ایک دفع پھر کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن قاسم نے اسکی بات کاٹ دی۔۔۔۔

ایک تو آپ "لیکن" کا استمال بہت کرتی ہیں۔۔۔۔۔

دیکھیں آپ پلیز اپنے گھر گھر کی لیڈیز کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ پھر بولی۔۔۔۔۔

ارے گولی ماریں گھر کی لیڈیز کو۔۔۔۔پہلے جینٹس کو تو نبٹا لیں۔۔۔۔شہریار اپنی مسکراہٹ دبا کر بولا۔۔۔۔۔۔۔۔

پلیز! آپ گھر کی لیڈیز کو بلوائیں گے یا میں جاؤں ؟؟ وہ کھڑی ہو گئی۔۔۔

لیکن یہاں تو کوئی لیڈی ہے ہی نہیں سوائے آپ کے! شہریار نے گویا اسکے سر پر بم پھوڑا تھا۔

کک ک کیا مطلب! رنگت تو پہلے ہی اڑی ہوئی تھی اب تو چہرے پر ہوائیاں بھی اڑنے

مطلب بالکل وہی ہے جو آپ نے سمجھا ہے۔عزیر نے اسکے تاثرات سے لطف اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھ بھاگی مگر شومئی قسمت اندر آتے عمیر سے ٹکرا گئی۔۔۔۔

سر تو چکر آیا ہی تھا لیکن عمیر کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اسکی آنکھوں کے آگے تارے بھی ناچنے لگے۔۔

ابھی تو وہ وہاں تھا اندر۔۔۔۔تو یہاں کیسے۔۔۔۔۔بب بھوت بنگلہ۔۔اپنے اڑتے حواس کو قابو میں کیا اور پوری رفتار سے عمیر کے پاؤں کو کچلتی باہر کی طرف بھاگی۔۔۔۔۔۔

عمیر جو ابھی ٹکر سے ہی سنبھل نا پایا تھا پاؤں پر ہونے والا ستم نے اسے ایک ٹانگ پر ناچنے پر مجبور کر دیا۔۔۔

یہ۔۔ یہ کون تھی؟ بالآخر اپنا بریک ڈانس روک کر اس نے پوچھا۔

سیلز گرل۔۔ قاسم نے جواب دیا۔ وہ سب بھی اس کے اس ترح اٹھ بھاگنے پر حیران تھے۔

لیکن یہ اس طرح بھاگی کیوں تھی؟؟

وو صوفہ پر بیٹھ کر اپنے پاؤں کا معائنہ کرنے لگا۔

پتا نہیں شاید۔۔۔۔۔ فہد کچھ کہتے کہتے رک گیا اسکی نظروں کے سامنے اس لڑکی کا گھبرایا ہوا چہرہ گھوم گیا

ارے۔۔۔ یہ اسکا بیگ تو یہیں رہ گیا۔ شہریار نے کہا تو سب کی نظریں اس طرف گئی صوفہ ک پاس نیچے کارپٹ پر ایک چھوٹا سا بیگ پڑا حق تھا۔

شاید جلدی مے بھاگتے ہوئے اسے اٹھانا بھول گئی تھی

ہاں! جلدی سے کھول کے دیکھو کہیں کوئی بم وم نا ہو۔ قاسم چھلانگ لگا کر دور ہٹ گیا

اوہو اتنے سے بیگ مے کیا بم ہوتا ہے۔ آفاق نے کہا

ویسے کھول کر دیکھ لو شاید کوئی کونٹکٹ نمبر وغیرہ ہو تو واپس کر آنا۔۔ شہریار کیہ کر میچ کی طرف متوجہ ہو گیا

فہد نے بیگ کھول کر دیکھا

آدھا برگر ایک پانی کی بوتل ایک سو تیس روپوں اور آیڈی کارڈ کے علاوہ اسکے بیگ سے کوئی قابل ذکر چیز بر آمد نہیں ہوئی آی ڈی کارڈ پر جو پتہ لکھا تھا اس جگہ کا نام تو اسنے سنا ہوا تھا مگر کبھی گیا نہیں تھا

چلو ہسپتال سے واپسی پر چلا جاؤں گا۔۔اسنے سوچا اور میچ کی طرف متوجہ ہو گیا

* * * * * * * *

بچپن سے ہی ان دونوں نے محلے والوں کی ناک میں دم کر رکھا تھا جڑواں ہونے کا وہ بھرپور فائدہ اٹھاتے تھے۔ سکول میں بھی وو کسی پل چین سے نہیں رہتے تھے۔ کلاس فیلوز تو کلاس فیلوز انہوں نے تو ٹیچرز کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ہم شکل ہونے کے انہوں نے۔بہت جائز اور ناجائز فائدے اٹھاے تھے۔

پرچے کے دوران وہ دونوں اپنی اپنی سیٹوں سے اٹھے پانی پی اور واپس جا کر بیٹھ گیے۔بظاہر تو کچھ بھی نہیں ہوا مگر رزلٹ دونوں کا ایک جیسا ہی آیا۔دونوں کی اپنی جماعت میں پہلی پوزیشن آیی تھی۔ساتویں تک یہی ہوتا رہا مگر ساتویں جماعت میں ایک نئے سر نے انھیں پکڑ ہی لیا.ہوا کچھ یوں کے وہ پچھلے تین پیپرز میں انکاے تماشا دیکھتے رھے کے دونوں ہی ایک ساتھ اٹھتے کبھی پانی پینے کبھی کچھ پوچھنے کے لیے یا پھر کسی بھی وجہ سے اور پھر واپس اپنی اپنی

جگہ پر چلے جاتے۔انھیں کسی گڑبڑ کا احساس ہوا لہزا چوتھے پیپر والے دن انہوں نے پیپر پر دستخط کرتے ہوئے ایک لائن اپنے پین سے ایک کی شرٹ پر لگا دی۔۔

جیسے ہی حسب سابق دونوں اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے دونوں نے پانی پی اور واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیے۔ تھوڑی دیر بعد سر ایک کے پیچھے جا کر کھڑے ہو گیے۔البتہ ان کے چہرے پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ عمیر بیٹا آپ غلطی سے عزیر کی جگہ پر بیٹھ گیے ہیں۔ وو پہلے تو بوکھلایا مگر پھر اعتماد سے بولا۔

سر آپکو غلط فہمی ہوئی ہے مے عزیر ہی ہوں۔وہ مسکرایا

بیٹا! غلط فہمی مجھے نہیں آپکو ہوئی ہے یے نشان دیکھیں ذرا یے مینے ہی عمیر کی شرٹ پر لگایا تھا

انہوں نے اسے اسکے کندھے پر لگا ہوا نشان دکھایا

لیکن سر! اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر کوئی بہانہ ہی ذہن مے نہیں آیا۔سر نے انھیں رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔

پرنسپل صاحب نے شیراز صاحب کو وارننگ دی شیراز صاحب وہاں سے تو چپ چاپ اٹھ کر آگے مگر گھر آکر وو پہلی بار ان پر برسے اور ان سے بات چیت بند کر دی۔

سوری ڈیڈی۔رات گیے وہ شیراز صاحب کے کمرے میں تھے۔شیراز صاحب ابھی تک جاگ رہے تھے۔وہ دونوں سر جھکاے ان کے سامنے کھڑے ہو گیے

تم لوگوں کو سوری کہنے کی کیا ضرورت ہے؟؟ انکا لہجہ سنجیدہ اور سرد تھا

بلکہ سوری تو مجھے کہنا چاہے۔شاید میری تربیت میں ہی کچھ کمی تھی۔میں تم لوگوں کو ویسی توجہ نہیں دے سکا جیسی مجھے دینی چاہے تھی۔حالانکہ مینے تو اپنی طرف سے پوری کوشش کی ٹی لیکن اس سب کے لیے ویری ویری سوری بیٹا۔۔۔۔انہوں نے گلاسز اتار کر ٹیبل پر رکھے اور آنکھیں موند لیے انکا انتہائی ناراضی کا انداز تھا۔۔

سوری ڈیڈی۔۔پلیز اس دفع معاف کر دیں۔پلیز ڈیڈی۔وہ دونوں اکھٹے گھٹنوں کے پاس بیٹھ گیے تھے۔

انہوں نے ایک نظر اپنے بیٹوں کو دیکھا جن کی شکل سے ہی ندامت ظاہر ہو رہی ٹی۔

اوکے !بٹ دس از فرسٹ اینڈ لاسٹ وارننگ۔۔انڈراسٹینڈ؟؟؟؟؟

اسکے بعد انہوں نے ایسی تمام شرارتین بند کر دی جو انکے نزدیک انھیں یا کسی اور کو نقصان پہنچانے کا سبب بن سکتی تھی

مگر۔دوسروں کو چکرا دینے والی شرارتیں جاری رکھیں۔۔۔

یونیورسٹی کے پہلے سال تو انہوں نے پورے ڈیپارٹمنٹ کا جینا حرام کیے رکھا کیا کلاس فیلوز اور کیا سینئرز۔۔۔سب ہی in کی شرارتوں کا نشانہ بنے رہے مگر پھر آہستہ آہستہ سب کو علم ہو گیا اور پھر نئے انے والوں کی سختی آگئی

وو دونوں زیادہ تر ایک جیسی ڈریسنگ کرتے تھے عمیر کسی جونیئر کو نوٹس پکڑا جاتا۔عزیر جا کر لے اتا۔عمیر واپس جا کر طلب کرتا تو جونیئرز کی حالت دیکھنے والی ہوتی۔کئی دفعہ ایسا ہوتا کے کوئی ان سے راستہ پوچھتا تو ایک پہلے ہی اس جگہ پر موجود ہوتا۔راستہ پوچھ کر جانے والا بیچارہ حیران پریشان رہ جاتا۔ایکسکیوزمی!عمیر اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہر نئے چہرے پر تبصرہ کر رہا تھا جب ایک لڑکی نے اسے متوجہ کیا

جی فرمایے!عمیر نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔اسکے دوستوں نے آنکھیں گھمایں

وہ مجھے لائبریری۔۔۔لائبریری کہاں ہے؟وہ یقیناً نئی ہی تھی مگر i سکے چہرے پر ذرا بگھبراہٹ نہیں تھی۔کائنڈلی آپ مجھے گائیڈ کر سکتے ہیں؟

جی ضرور کیوں نہیں۔۔۔اسنے مسکراہٹ دبائی کیوں کہ عزیر لائبریری ہی گیا ہوا تھا۔اسنے اطمینان سے راستہ بتایا۔

سوناءس آف یو۔۔اسنے مسکرا کر کہا اور چلی گئی۔عمیر مسیج کرنے لگا۔۔۔

لیکن تھوڑی دیر بعد عزیر اسکے سر پر تھا۔

اوے کون سا راستہ سمجھایا ہے اسے ؟؟ عالم بالا کا؟؟؟لائبریری تو وو پہنچی ہی نہیں ۔۔۔بلکہ اس حلیے کی کوئی بھی لڑکی ای ہی نہیں وہاں !

اچھا!عمیر کو مایوسی ہوئی۔۔۔ سمجھایا تو صحیح تھا۔ چلو خیر ہے۔بچت ہو گئی بیچاری کی۔۔۔۔۔

ہنہ۔۔۔۔عزیر پاؤں پٹختا ہوا واپس چل پڑا۔اتنے اہم نوٹس بنا رہا تھا مگر عمیر کے مسیج کی وجہ سے چھوڑنے پڑے۔۔

سنیے !ابھی وہ لائبریری پوہنچا ہی تھا کہ ایک لڑکی نے اسے روکا۔۔

جی۔۔۔اسنے کچھ جھنجھلا کر جواب دیا وہ!کچھ جھجھک سی گئی۔ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا

مارکیٹنگ کی کلاس کس طرف ہو گی ؟؟؟

میرے سر پر !اسکا دل چاہا کہ دے مگر شرافت سے اسے بتا دیا۔کیوں کہ ے اسکا اپنا ہی ڈیپارٹمنٹ تھا کچھ سیڑھیاں چڑھ کر اسے کچھ خیال آیا تو اسنے عمیر کو مسیج کر دیا اور مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا************

عزیر جلدی فارغ ہو کر واپس آگیا تھا۔اب آرام سے ٹی وی کے آگے بیٹھا تھا۔عمیر آندھی طوفان کی طرح اندر داخل ہوا۔۔۔

تم۔۔۔تم بد تمیز انسان۔۔۔۔۔غصے کی وجہ سے اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔عزیر نے اطمینان سے اسے دیکھا اور ٹی وی کا volume کم کر دیا۔

کیا ہوا۔

اسکے اطمینان کو دیکھ کر عمیر کو تو آگ ہی لگ گئی تھی

پاگل سمجھا ہوا ہے مجھے ؟الو کا پٹھا ہوں 'گدھا ہوں میں۔۔۔؟

جو بھی سمجھ لو۔۔اب میں تو کچھ نہیں کہ رہا نا۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ مسکرایا اور پھر ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

تم نے کہا تھا کا وولڑکی ہمارے ڈیپارٹمنٹ کی طرف آرہی ہے۔۔۔وہ کمر پر ہاتھ ٹکا کر اس کے عین سامنے کھڑا ہو گیا۔

ہاں تو پھر ؟؟؟

جھوٹ کیوں بولا تم نے ؟؟؟

میں نے جھوٹ نہیں بولا وہ سچ میں مجھ سے راستہ پوچھ کے گئی تھی۔ہو سکتا ہے راستہ سمجھ میں نا آیا ہو۔۔۔تم نے بدلہ لیا ہے نا مجھ سے ؟؟عمیر کو یقین نہیں آیا تھا۔۔کس بات کا؟؟عزیر نے نس سمجھی سے اسکی طرف دیکھا

جو لڑکی میں نے تمہاری طرف بھیجی تھی وہ بھی تم تکنہیں پہنچی تھی۔اس لیے۔اسنے مشکوک نظروں سے عزیر کو گھورا۔

اوہو! نہیں بھائی! میں نے کوئی بدلہ نہیں لیا۔واقعی مجھ سے ایک وائٹ اور purple کپڑوں والی لڑکی نے مجھ سے ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا پوچھا تھا۔۔۔

حیرت ہے پھر وہ مجھے نظر کیوں نہیں آئی۔۔عمیر حیران پریشان تھا۔۔۔۔

****************************** آج وہ ہسپتال سے جلدی فارغ ہو گیا تو اسے خیال آیا کہ اسنے اس دن والی سیلز گرل کی چیزیں واپس کرنی تھی۔۔۔او شٹ! اسنے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

ہو سکتا ہے اسے ان چیزوں کی ضرورت ہو اور میں لے کر بیٹھا ہوا ہوں

اسنے گاڑی میں ہی بیگ رکھا ہوا تھا تا کہ جب بھی وقت ملے تو وہ اسے لوٹا سکے۔اسنے ہاتھ بڑھا کر پچھلی سیٹ سے بیگ اٹھایا اور اسکا آئی ڈی کارڈ نکال کر ایڈریس دیکھنے لگا۔

اس علاقے کا اسنے صرف نام ہی سنا ہوا تھا۔کافی گنجان آباد علاقہ تھا اسے ڈرائیونگ میں مشکلات پیش آرہی تھی۔کئی دفعہ اسکا دل چاہا بھاڑ میں جایں اسکی چیزیں مگر اسکی فطرت نے اسے ایسا کرنے نا دیا۔

آخر کار راستہ پوچھ پوچھ کر وہ اس محلے تک تو پہنچ گیا مگر گھر ڈھونڈنے میں اسے ابھی تک دشواری کا سامنا تھا گاڑی اسے کافی دور ہی روکنی پڑی تھی۔

یہاں وہ جس سے بھی صبا کے گھر کا پوچھتا وہ اسکو ایک منٹ کے لیے سر سے پاؤں تک گھورتا اور پھر آگے بڑھ جاتا۔

بالآخر اسے مطلوبہ مکان مل ہی گیا۔وہ دروازے پر پہنچا تو وہاں پندرہ سولہ سال کا ایک لڑکا کھڑا تھا۔فہد نے اس سے پوچھا۔

مس صبا یہیں رہتی ہیں؟؟؟؟

لڑکے نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر عجیب سی نظروں سے اسکا جائزہ لینے لگا فہد کو الجھن محسوس ہوئی۔اسنے پھر کہا

مجھے مس صبا سے ملنا ہے۔۔

لڑکا اندر چلا گیا۔اسے گیے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ فہد کو گھر کے اندر سے چیخنے چلانے کی آوازیں انے لگی۔

ابھی وہ اس پر غور کر ہی رہا تھا کہ اچانک اسی گھر کے دروازے سے ایک عورت نے ایک لڑکی کو بری طرح دھکا دے کر باہر پھینکا۔وہ لڑکی لڑکھڑاتی ہوئی فہد کے قدموں میں آگری۔

فہد گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹا۔اسنے عورت کی طرف دیکھا۔وہ عورت اس لڑکی پر بری طرح چیخ چلا بھی رہی تھی۔گالیوں اور کوسنوں کا ایک طوفان تھا جو برس رہا تھا اسی دوران

اسکی آوازیں سن کر محلے کے کچھ لوگ بھی جمع ہو گیے تھے۔ان میں ہر عمر کی عورتیں اور مرد شامل تھے۔۔۔

فہد جھکا۔اسنے لڑکی کو کندھوں سے تھام کر اٹھایا وہ لڑکی بری طرح رو رہی تھی۔گرنے سے اسکی پیشانی زخمی ہو گئی تھی اور خون بہ رہا تھا۔۔

فہد اسے پہچان گیا۔وہ صبا تھی۔اسکے جسم پر مزید کئی چوٹوں کے نشان بھی تھے۔اس عورت نے اسے دھکا دینے سے قبل غالباً اس پر خاصا تشدد بھی کیا تھا۔

بیغرت بے حیا!تو اسی کے لیے میرے بھائی سے شادی نہیں کر رہی تھی۔۔

عورت نے دانت پیس کر فہد کی طرف اشارہ کیا فہد بوکھلا گیا۔وہ ابھی تک صبا کو پکڑے کھڑا تھا۔اسنے گھبرا کر جلدی سے اپنے ہاتھ اسکے کندھوں سے ہٹائے۔مجمع عجیب سی نظروں سے فہد کو دیکھ رہا تھا۔فہد کو کچھ ملامتی آوازیں بھی سنائی دی۔۔۔۔

صورت سے تو بڑا شریف دکھتا ہے۔۔فہد کا حلق خشک ہو گیا۔اسنے بے بسی سے مجمع کی طرف دیکھا پھر اس عورت کو۔۔۔

جالے جا اپنی سگی کو۔۔۔۔۔میرے گھر میں اسکے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔۔۔اس عورت نے صبا کو دھکا دیا اور گھر کا دروازہ بند کرنے لگی۔صبا بجلی کی طرح اسکی طرف بڑھی۔

خدا کے لیے اماں! ایسا نا کرو۔۔۔۔رحم کرو مجھ پر۔۔۔۔اماں! مجھے نا نکالو۔۔۔وہ اس عورت کی ٹانگوں سے لپٹ گئی مگر اس عورت نے اسے پھر اتنے زور سے دھکا دیا کے اسکا سر دروازے کی چوکھٹ سے ٹکرایا اور ماتھے پر ایک اور کٹ لگ گیا۔وہ چکرا کر گری اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔۔۔

پرے مر۔۔۔۔۔۔اسے ایک موٹی سی گالی دے کر عورت نے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی۔فہد کی برداشت بس اتنی ہی تھی۔۔۔

یہ۔۔۔یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ اسکی آواز پر سب اسکی طرف متوجہ ہو گیے۔اس عورت کا ہاتھ بھی رک گیا۔۔

دیکھا میں کہتی تھی نا۔یہ آوارہ بد چلن۔۔۔کہیں نا کہیں منہ کالا کر کے آئی ہے۔اب دیکھ لیا نا سب نے۔۔۔۔اپنی آنکھوں۔۔۔سے۔اگیا اسکا سگا۔۔۔وہ عورت تقریر کرنے والے انداز میں جیسے پورے مجمع سے خطاب فرما رہی تھی۔۔۔فہد کا چہرہ غصّے سے سرخ ہو گیا ۔۔۔

محترمہ اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھیں۔یہ نا ہو کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔فہد کا غصّے سے برا حال تھا۔خوا مخواہ یہ عورت صبا کو اسکے ساتھ نتھی کر رہی تھی۔۔۔اسنے ایک نظر پھر صبا کو دیکھا ۔

میری برداشت ختم ہو جائے گی۔۔۔

برداشت تو میری ختم ہو چکی ہے۔۔۔لے جواب اپنی اس۔۔۔۔۔!اس مرتبہ موٹی سی ایک اور گالی اس لڑکی کا نصیب تھی۔

بس۔۔۔۔۔۔فہد زور سے چلایا۔۔

خبردار!اب ایک لفظ بھی اور کہا!اسنے انگلی اٹھا کر اسے خبردار کیا تو وہ عورت جو پہلے ہی اسکے حلیے سے مرعوب تھی ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئی۔پھر کچھ بڑبڑاتے ہوئے زور سے دروازہ بند کر دیا۔۔

اور تم لوگ؟صرف تماشا دیکھنے کے لیے آئے ہو؟کوئی روکتا کیوں نہیں انہیں؟انسانیت نام کی کوئی چیز ہے تم لوگوں میں یا نہیں؟لیکن نہیں۔۔۔۔۔۔تم لوگ تو انسان کہلانے کے بھی لائق نہیں ہو۔بے حس۔۔ہنہ۔۔۔۔

اسنے مڑ کر پورے مجمع کو لتاڑا تو لوگ الٹا اس پر چڑھ دوڑے۔۔۔تم اس طرح ایک لڑکی کی عزت سے نہیں کھیل سکتے۔ایک بزرگ گرجے۔اگر جان عزیز ہے تو ابھی اس سے نکاح کرو۔فہد بوکھلا گیا۔عجیب جاہل لوگ تھے کوئی اسے سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

جی۔۔۔ی۔۔۔ی۔۔۔۔اسنے ایک بے بس سی نظر بیہوش پڑی صبا پر ڈالی۔وہ ہوش میں ہوتی تو انکی غلط فہمی دور بھی کرتی

ہاں ہاں! تم سمجھتے ہو اس لڑکی کا کوئی نہیں ہے تو تم جو چاہے کر سکتے ہو؟ نکاح تو تمہیں ابھی اور اسی وقت کرنا ہو گا۔۔۔ایک اور آواز آئی

م۔۔۔۔ مگر میں تو انہیں جانتا تک نہیں۔۔۔۔اسنے کمزور سی صدا ای احتجاج بلند کی جانتا نہیں تو اسکے گھر کیوں آیا تھا؟ میں نے تجھے خود اسکے دروازے پر کھڑا دیکھا ہے۔۔بول کیوں آیا تھا؟؟؟؟

ایک جوشیلے نوجوان نے فہد کو کالر سے پکڑ کر جھٹکا دیا تو فہد کے ہاتھوں سے صبا کا والٹ گر گیا۔۔

گرنے کے ساتھ ہی والٹ کھل گیا اور صبا کا شناختی کارڈ باہر جھانکنے لگا۔اب یہ فہد کی بد قسمتی ہی تھی کہ کارڈ کا جو حصہ باہر آیا اس پر صبا کی تصویر جگمگا رہی تھی۔نوجوان نے فہد کا گریبان چھوڑ دیا۔اسنے جھک کر شناختی کارڈ اٹھایا اور صبا کی تصویر اسکی آنکھوں کے آگے لہرا کر طنزیہ انداز میں بولا اب بھی کہو گے۔۔اسے نہیں جانتے؟

وہ۔۔میں یہی تو۔۔۔۔واپس کرنے آیا تھا۔۔۔۔۔فہد ہکلانے لگا۔

اور یہ تیرے پاس جادو سے چل کر پہنچا تھا۔نوجوان نے پھر شناختی کارڈ لہرایا۔

اب شرافت سے نکاح کر لے ورنہ اپنے قدموں پر چل کے جانے کے قابل نہیں رہے گا۔

فہد کے پاس کوئی چارہ نا تھا۔ نکاح کے انتظامات ہونے لگے۔ اسی دوران صبا کو بھی ہوش آگیا تھا مگر کسی نے اسکا احتجاج بھی نہیں سنا۔ ناچار دونوں کو نکاح کرنا ہی پڑا۔

صرف تین گھنٹے گزرے تھے اور اسکی زندگی نے کیسے پلٹا کھایا تھا۔ کے وہ خود بھی حیران رہ گیا تھا اسنے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کے اس طرح کے حالات اسکے ساتھ پیش آسکتے ہیں۔ صبا سے نکاح تو اسنے کرلیا تھا مگر اس سے آگے کا نہیں سوچا تھا

آتے وقت وہ اکیلا تھا اور جاتے وقت۔۔۔۔۔۔۔

اسنے ایک نظر اسے دیکھا جو رخ موڑے باہر دیکھ رہی تھی۔ کون کہ سکتا تھا کہ گاڑی میں سفر کرتے یہ وجود کسی رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔ وہ دو اجنبیوں کی طرح تھے۔

وو اسے لے کر سیدھا ایک پرائیویٹ ہسپتال میں گیا۔

ہم یہاں کیوں آے ہیں؟ صبا نے پوچھا اورے پہلی بات تھی جو اس نے اس سے کی thi وہ گاڑی سے اترتے اترتے رک گیا اور پھر دوسری طرف سے آکر اسے سہارا دے کر اتارتے ہوئے بولا

کیونکہ محترمہ فلحال آپکے لیے یہی سوٹ ایبل جگہ ہے۔ اسکے بعد کہیں کا سوچیں گے۔ آخر میں اسکا لہجہ خود بخود شریر سا ہو گیا جس پر وہ خد بھی حیران تھا۔

اس پرائیویٹ ہسپتال میں اسکا ڈاکٹر ہونا کام آیا تھا ورنہ جتنی چوٹین صبا کو آئی تھی اچھا خاصا پولیس کیس بن سکتا تھا۔اسے ہسپتال میں ایڈمٹ کر لیا گیا۔

مغرب کی اذان ہو رہی تھی جب قاسم کی کال آئی۔

بھائی آپ کہاں ہیں؟اور۔۔آپ کہاں ہیں؟کے جواب نے اسے پریشان کر دیا فوری طور پر اسنے اسے ٹالنے کے لیے کہ دیا کے وواس وقت کسی دوست کے ساتھ ہے

مگر اب ایک بہت بڑا سوالیا نشان اسکے سامنے تھا صبا کی صورت میں۔

وو پریشانی کے عالم میں روم میں ہی ٹہلنے لگا۔

آپ میری وجہ سے پریشان ہیں جی؟صبا جو کافی دیر سے اسے ٹہلتے ہوئے دیکھ رہی تھی پوچھ ہی بیٹھی۔

ہوں؟؟وہ چونکا

نہیں تو۔۔۔ہاں۔۔۔نہیں وہ۔۔۔۔اسکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کے وہ کیا کہے۔صبا حیرت سے اسے دیکھنے لگی

اصل میں۔۔۔اسنے فیصلہ کیا کے پہلے اسے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دے میرے بارے میں تو تمہیں کچھ نہیں معلوم۔۔ہم لوگ سات بھائی ہیں ہماری مما کا انتقال کافی عرصہ پہلے ہو گیا تھا اور ڈیڈ نے ہمیں ماں اور باپ بن کر پالا ہے ماشاء اللہ ہم سب بھائی ان کی وجہ سے ہی

اپنی اپنی فیلڈ میں کامیاب ہوئے ہیں۔میں خود ایک ڈاکٹر ہوں۔۔ہم سب بھائی کوئی کام بھی انکے علم میں لائے بغیر نہیں کرتے اور کجا یہ کے شادی ہی کر لیں۔۔۔اسنے اپنی پریشانی بتا دی۔

پھر اب؟صبانے پوچھا

وہی تو سمجھ میں نہیں آرہا۔صوفہ پر بیٹھتے ہوئے اسنے پیشانی مسلی میں آپکو ایک مشورہ دوں؟ اسنے ڈرتے ڈرتے کہاتو فہد سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

اگر آپ مجھے دارلامان میں چھوڑ آہیں ابھی تو کسی کو بھی معلوم نہیں اور کسی کو معلوم ہو گا بھی نہیں۔۔۔وہ رک رک کر نظریں جھکا کر اپنی بات مکمل کر رہی تھی۔

جسٹ آمنٹ!فہدنے اسے ٹوکا

پلیز اپنے ذہن سے یہ خیال تو نکال دو کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔اب تم کو میرے ساتھ ہی رہناہے سو اسکے علاوہ کوئی حل ہے توبتاؤ۔

فہد کی اس بات پر وہ پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی۔اسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا کہ اس امیر زادے نے اسےqpni اپنی زندگی میں شامل کر لیا تھا اور وہ بھی بہ خوشی ۔۔۔اس لیے اسنے ایسا مشورہ دیا تھا مگر فہد کے جواب نے اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔کیا دنیامیں ابھی بھی اپنی بات نبھانے والے تھی۔

ہیلو مسز! مانا کہ میں ہینڈسم ہوں مگر اتنا کہ میری اپنی ہی مسز مجھے دیکھ کر کھو جائے یہ مجھے آج ہی پتا چلا ہے۔ فہد نے اسکی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا اسکی بات پر صبا جھینپ گئی

اوکے مسز! پھر کل ملتے ہیں۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا

دو دن رہ گیے ہیں رمضان انے میں ۔۔۔اور ہم نے کوئی تیاری ہی نہیں کی۔۔ عمیر نے کہا ۔اس وقت وہ لاؤنج میں تھے۔ عمیر پیاز کاٹ رہا تھا۔ آفاق لہسن چھیل رہا تھا اور شہریار آلو چھیل رہا تھا۔

اس رمضان کی کونسی تیاری کی جاتی ہے۔ تیاری تو عید کی ہوتی ہے۔ عزیر نے حیرت سے کہا

سب لوگ کرتے ہیں۔۔۔ہم کیوں نہیں کرتے۔۔۔پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ کی مانند عمیر نے اپنا سوال دوہرایا مگر ذرا گھما کے۔۔۔ساتھ ہی اپنی آنکھیں صاف کی۔۔

او بھائی میرے کون سی تیاری کرنی ہے تجھے رمضان کی۔ شہریار نے اکتا کر پوچھا

السلام علیکم! کیا ہو رہا ہے بھئی! فہد لایونج میں داخل ہوا تو تینوں اسے گھور کر رہ گیے

کہاں تھے اتنی دیر سے؟ آج تو جلدی فری ہونا تھا نا تمہیں؟ شہریار نے پوچھا

ایک کام نکل آیا تھا اس لیے دیر ہو گئی۔ اسنے جواب دیا اور صوفہ پر ڈھیر ہو گیا

تمہیں یاد ہے کہ آج سالن بنانے کی باری تمہاری تھی۔ آفاق نے پوچھا

اوہ۔میں بالکل بھول گیا تھا۔۔۔سو سوری!اب جا کر اس نے دیکھا کہ وہ کیا کام کر رہے ہیں اور ساتھ ہی اسے پیاز کی جلن آنکھوں میں محسوس ہوئی۔

قاسم نے تمھیں کال بھی کی تھی۔عمیر نے کہا

ہاں آئی تھی کال۔۔۔۔!یار یہ پیاز تو کچن میں ہی کاٹا کرو!فہد نے ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرتے ہوئے کہا

ہاں تو جا کر خود کاٹ لو نا!اسنے فوراً چھری رکھ دی تو فہد نے منہ بنالیا۔

میں جب بھی رمضان کی تیاری کی بات کرتا ہوں۔ہمیشہ سب موضوع چینج کر دیتے ہیں۔عمیر نے دہائی دی۔

او یار کون سی تیاری کی بات کر رہے ہو رمضان کی؟کیا تیاری کرنی ہے۔کس قسم کی؟فہد نے پوچھا۔

بھائی جیسی سب کرتے ہیں۔گھر صاف کرتے ہیں۔کچھ چیزیں بنا کر فریز کرتے ہیں۔تاکہ رمضان کے ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزار سکیں۔

ان بھائیوں کی سب سے اچھی عادت یہ تھی کے کوئی بھی روزہ خور نہیں تھا۔عاصم اور شہریار تھوڑے نخرے کرتے تھے مگر روزے چھوڑتے نہیں تھے۔۔

یہ اچانک تمھیں کہاں سے ایسا خیال آگیا؟

عزیر سے یہ بات ہضم نہیں ہوئی تھی

وہ میں اس دن حماد کے گھر گیا تھا تو اسکی امی کہہ رہی تھیں

اوہ تو تمہیں وہاں سے یہ خیال آیا؟ اچھا تو وہ کیا کیا بنا کر فریز کر رہی تھیں؟ شہریار نے پوچھا

سموسے کباب اور بہت کچھ۔۔۔

ہوں۔۔وہ سب سوچنے لگے جب کہ فہد آلو لہسن اور پیاز اٹھا کر کچن کی طرف چلا گیا۔

تو ٹھیک ہے۔ہم بھی رمضان کی تیاری کرتے ہیں۔ آفاق نے بولنے میں پہل کی۔

کل تو چھٹی ہے ہی اور پرسوں خود چھٹی کرتے ہیں اور ان دو دنوں میں ہم سے جو تیاری ہو سکی وو کرتے ہیں۔عزیر نے بھی بھائی کی بات سے اتفاق کیا تھا۔۔۔۔

اگلے دن عمیر اور شہریار بازار گیے۔رمضان کی خریداری کے لیے۔ان کے پیچھے باقی بھائیوں نے مل کر گھر کی صفائی ستھرائی کی۔پورے قصر لائلہ کی تفصیلی صفائی کی گئی۔شیراز صاحب اپنے بچوں کا جوش و خروش دیکھ کر خوش تھے اور بساط بھر انکی مدد اور بھرپور حوصلہ افزائی بھی کر رھے تھے۔پانچ چھ گھنٹے لگا کر شہریار اور عمیر واپس آے تو لدے پھندے تھے۔۔

اف! میرا خیال ہے اب کھانے پکانے کا کام کل پر ہی چھوڑ دیا جائے۔ عمیر نے کہا۔ وہ سب اب فریش ہو کر شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ہوں! فہد نے تائید کی۔

بس کل صرف کچن کا کام ہی ہو گا۔ سب مل کر کریں گے تو جلدی ختم ہو جائے گا۔۔

یار قسم سے یہ زنانہ قسم کے کام کر کر کے میں تو تنگ آگیا ہوں۔ شہریار نے منہ بنایا

سچی! یہ عورتوں والے کام کر کر کے میں تو خود کو عورت ہی سمجھنے لگا ہوں۔۔۔ اور اس وقت فہد کو یاد آیا کے ایک عدد لڑکی کو وہ بھی ہسپتال چھوڑ کر آیا ہوا ہے اور جسے کل شام سے بھولا ہوا ہے۔

بھائی! املی والی چٹنی بھی بنایں گے نا؟ اتنی دیر سے خاموش عاصم نے سوال کیا۔

املی کی چٹنی؟ عزیر نے پوچھا

ہاں نا! مجھے بہت پسند ہے۔ پلیز بنالیں گے نا۔۔۔۔۔۔۔

لیکن! اسنے سبکی طرف دیکھا۔۔۔ ہمیں تو بنانی ہی نہیں اتی۔

پھر؟ عاصم نے سوالیا نظروں سے اپنے بھائیوں کی طرف دیکھا

یار! کسی سے ریسیپی پتہ کر لیتے ہیں نا۔۔۔

شہریار نے تجویز پیش کی

ہوں! فہد کو اب ہسپتال جانے کی جلدی تھی سو وہ اٹھ کھڑا ہوا انسان چاہے ساری دنیا کل بھول جائے مگر اپنی بیوی کو وہ بھی نئ نویلی۔ اگر پرانی ہو تو پھر بھی کوئی بات ہے۔ مگے نئ بیوی کو کیسے بھول سکتا ہے۔ مگر ڈاکٹر فہد صاحب ایسے ہی واقعہ ہوئے تھے۔ اور ابھی ابھی اسے یاد آیا تھا کہ وہ اسے صرف تین کپڑوں میں لآیا تھا اور ان کپڑوں کی حالت بھی بہت خراب تھی کم از کم اسے اس کی ضروریات کا خیال تو رکھنا چاہے تھا یہی سوچ کر اسنے گاڑی پہلے مارکیٹ کی طرف موڑلی۔ کپڑے جوتے میک اپ برش اور بھی بہت سی ضروریات کی اشیا خرید کر وہ ہسپتال پہنچا۔

آئ ایم رئیلی سوری۔ بالکل ہی بھول گیا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اسنے کہا۔ وہ کل کی نسبت آج بہتر لگ رہی تھی۔ دھلے دھلاے منہ کے ساتھ شاید ایسے ہی ہاتھ مار کر بال بھی ٹھیک کیے تھے۔ وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

یہ میں تمہارے لیے لآیا ہوں۔ اسنے سارے شاپر ایک طرف رکھ دئے۔

اسکی کیا ضرورت تھی۔ اسکی آواز میں نمی تھی۔ فہد نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔

کیا ہوا؟ تم روتی رہی ہو؟

آپ بھول گیے اور میں انتظار کرتی رہی۔ وہ رو پڑی فہد بوکھلا گیا

صبا آئی ایم رئیلی سوری۔ ایکچولی آج۔۔۔۔وہ بتاتے بتاتے رک گیا۔ کہ آج پورا دن اسنے کیا کیا تھا جالے اتارے تھے پنکھے صاف کیے تھے گملے صاف کیے ٹیرس دھویا۔۔۔۔۔۔

وہ آج میں تھوڑا بزی تھا۔۔۔ جیسے ہی فری ہوا یہاں آگیا۔ وہ وضاحتیں دے رہا تھا۔ کسی روتی لڑکی کو چپ کروانے کا اسکا پہلا تجربہ تھا۔ لہٰذا وہ بری طرح بوکھلایا ہوا تھا کہ کرے تو کیا کرے

دیکھو پلیز چپ ہو جو! فہد کی درخواست نظر انداز کر کے اسنے اپنا رونا جاری رکھا۔

پلیز چپ ہو جاؤ ورنہ۔۔۔۔۔۔ورنہ کی دھمکی کام کر گئی۔ اسنے سر اٹھا کر دیکھا مگر آنسو پھر بھی بہہ رہے تھے۔

ورنہ میں بھی رونے لگوں گا۔ فہد کی شکل واقعی رونے والی ہو گئی۔ اور اسکی بات سن کر وہ روتے روتے ہنس پڑی۔

اوکے اب میں چلتا ہوں کل آؤں گا۔ ہو سکتا ہے کل تمہیں ڈس چارج کر دیا جائے ۔۔۔۔اللّٰہ حافظ۔۔۔ مگر دروازے تک جا کر وہ پلٹا۔

ایک بات پوچھوں؟

جی۔۔ صبا پریشان ہو گئی کہ نجانے کیا پوچھنے جا رہا ہے۔

وہ۔۔۔وہ کان کھجاتے ہوئے بولا۔۔۔ تمہیں املی کی چٹنی بنانی آتی ہے؟

جی؟؟

ہاں وہ۔۔۔۔اب وہ اسے کیابتاتا۔

آتی تو ہے لیکن۔۔اس عجیب سوال پر وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔۔کہ اس وقت سر تاج کو بطور خاص املی کی چٹنی کیوں یاد آئی۔

اوہ ویری گڈ۔وہ خوش ہو کر بولا۔ایک پیپر پر لکھ دو۔کہنے کے ساتھ ہی اسنے پیپر کی تلاش میں نظریں ادھر ادھر دوڑائیں لیکن وہ ہوتا تو ملتا ناکچھ دیر سوچنے کے بعد اسنے اپناموبائل اسے پکڑادیا

یہ لو۔۔تم ساری ترکیب تفصیل سے بولتی جاؤ۔اس میں ریکارڈ ہو جائے گی۔

مگر۔۔۔وہ اس انوکھے تقاضے پر ابھی تک حیرت میں ڈوبی ہوئی تھی

مسز۔۔ایک تو تم اگر مگر بہت کرتی ہو۔پلیز۔۔جلدی سے شورع ہو جاؤ۔

پھر صبانے ساری ترکیب ریکارڈ کر دی۔بیچ بیچ میں وہ سوال بھی کرتا رہااور وہ جواب دیتی رہی۔

چلو عاصم صاحب کامسلہ تو حل ہوا۔گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اسنے خود سے کہاتھا

* * * * * * * * * * * * * * * * * * * *

اوہ خدا کے بندے بس کر دے۔بس کر دے۔چھینک چھینک کر میرا برا حال ہو گیا۔مگر تیرا مسالا بن کر نہیں دیا۔شہریار نے عمیر کو لتاڑا۔

قصر لائلہ کے کچن میں اس وقت رونق لگی ہوئی تھی۔ڈاکٹر فہد صاحب سبزیاں کاٹتے ہوئے انکی افادیت پر خاصا بور قسم کا لیکچر دے رہے تھے اور قاسم اور عاصم کو نا چاہتے ہوئے بھی سننا پر رہا تھا کیوں کہ وہ تینوں آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

آفاق کہنی تک آستیں فولڈ کیے ہوے چکن دھو کر رکھ رہا تھا جب کہ شہریار سارے پیس الگ الگ پیکٹ میں رکھ کر فریزر میں رکھتا تھا۔عزیر بیسن چھان کر رکھ رہا تھا۔جب کہ عمیر رول کی فلنگ بنا رہا تھا جو تیاری کے تقریباً آخری مرحلے میں تھی۔وہ کافی دفع چیک کر چکا تھا مگر پھر بھی کوئی نا کوئی کمی نکل ہی آتی تھی۔

بھائی میری چٹنی۔۔۔۔عاصم نے اسے یاد دلایا

چٹنی بھی بن جائے گی یار۔۔۔پہلے کام تو ختم ہو جائے۔فہد نے اسے دلاسہ دیا اور ساتھ ہی اسے چٹنی والی بھی یاد آئی۔

اوہ آج تو اسنے ڈسچارج ہونا تھا۔اسنے سوچا۔

اوہ شٹ!اسنے سر پر ہاتھ مار کر کہا تو باقی سارے اسکی طرف متوجہ ہو گیے۔

کیا ہوا؟آفاق نے پوچھا۔

بھلکڑ صاحب کو پھر کوئی کام یاد آگیا ہو گا۔شہریار نے ازرہ مذاق کہا کسی پیشنٹ کو بھول گیے ہوں گے۔ قاسم نے مٹر پھانکتے ہوئے کہا۔

اوہ ہاں !مجھے ابھی جانا ہو گا

اسنے فوراً سبزیاں چھوڑی اور ہاتھ دھونے لگا۔

بھائی میری چٹنی!عاصم نے یاد دلایا

آکر بنا دوں گا تمہاری چٹنی۔اسکے جملے پر سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئ جب کہ عاصم منہ بنانے لگا۔۔۔

****

ہسپتال سے ڈسچارج کروا کے وہ اسے ایک گرلز ہوسٹل میں لے گیا۔کیوں کہ فلوقت اسے یہی بات سوجھی تھی۔اور صبا کے لیے مناسب ترین ٹھکانہ بھی یہی لگا تھا۔

اسے ہوسٹل میں داخل کروا کے وہ اپنے تیئں بہت بڑی ذمہ داری سے نجات حاصل کر چکا تھا وہ خود تو مطمئن ہو گیا تھا جب کہ صبا کی شکل سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ بہت گھبرائ ہوئی ہے۔

ارے یار گھبرا کیوں رہی ہو میں ہر ہفتہ آیا کروں گا تم سے ملنے اور موقع دیکھ کر ڈیڈی سے بھی بات کرتا ہوں۔پریشان ہونے کی ضرورت بالکل بھی نہیں اوکے ٹیک کیئر !وہ ہاتھ ہلاتا

ہوا واپس چلا گیا۔اور وہ وہیں کھڑی سوچتی رہی کے نجانے اب وہ اسے یاد رہے گی یا نہیں۔ عجیب چھلاوہ سابندہ تھا

* *

بھائی! یہ کیا کر رھے ہیں؟ فہد کچن میں اکیلا ہی مصروف تھا۔جب عاصم نے اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ کانوں مے ہیڈ فون لگے خلا میں گھور رہا تھااور ساتھ ساتھ سامنے رکھی چیزوں کو غور سے دیکھنے لگتا

بھائی! اسنے فہد کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا

تم؟ تم کب آے؟ وہ چونک گیا۔

یہ آپ کیا کر رھے ہیں؟

یہ! فہد نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اپنے ہاتھوں کو جو پورے کے پورے املی کے رس سے سنے ہوئے تھے۔

یہ میں تمہارے لیے املی کی چٹنی بنا رہا ہوں۔۔۔

اپنے ہاتھوں کو دیکھ کر خود اسکے دل کو کچھ ہوا تھا

بھائی یہ اتنے گندے تریقے سے بنتی ہے؟ عاصم نے برا سا منہ بنایا

جیسے بھی بنتی ہو۔تم چلے جاؤ اندر۔جب بن جائے گی تو آجانا۔فہد نے اسے وہاں سے ٹالا تھا۔اور املی کے ملغوبے کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔کچھ دیر دیکھنے کے بعد اسنے اپنی ایک انگلی کو زبان سے چکھا۔۔۔

ہوں۔۔۔ناٹ بیڈ۔۔۔اس نے ساری انگلیاں ہی چاٹ ڈالیں

""""* * * * * * * * * * *

یونیورسٹی کے پارکنگ ایریا میں صرف ایک گاڑی کی جگہ بچی تھی۔۔آج کوئی سیمینار تھا لہذا کافی سارے باہر کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے۔

آمنے سامنے سے آنے والی دونوں گاڑیاں ایک دوسرے کے بالکل قریب رکی ایک گاڑی میں ایک لڑکی تھی جب کہ دوسری گاڑی میں عمیر اور عزیر تھے۔لڑکی نے ہارن بجا کر انھیں گاڑی پیچھے کرنے کے لیے کہا۔

اوے یہ تو وہی ہے جو اس دن لائبریری میں ملی تھی۔عزیر نے کہا۔اسکا ہارن سننے کی بجائے وہ لوگ اپنی گفتگو میں لگے ہوئے تھے۔

اور تجھ سے اپنے ڈیپارٹمنٹ کا پوچھ رہی تھی۔ عمیر نے اسے گھورا

ہاں!عزیر نے اسکے گھورنے کی پرواہ کئے بغیر سر ہلا دیا

ابے گھامڑ!یہی تو مجھ سے لائبریری کا پوچھنے آئی تھی۔ عمیر غصّے سے بولا

مسٹر ! اگر آپکو گاڑی میں سونے کا شوق ہے تو یہ شوق کہیں اور جا کر پورا کیا جا سکتا ہے۔۔۔پلیز یہاں سے گاڑی ہٹائیں۔میری کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے۔۔۔

باتوں باتوں میں انھیں پتہ ہی نہیں چلا کب وہ لڑکی گاڑی سے اتر کر انکے سر پر پہنچ چکی تھی۔اسنے شیشہ بجایا تو وہ چونکے

تو محترمہ ! آپ اپنی گاڑی ذرا پیچھے کریں کہ ہم اپنی گاڑی پارک کر کے آپکو راستہ دے سکیں۔۔۔ویسے سائیڈ سے آپکی گاڑی آرام سے گزر سکتی ہے۔۔۔۔عمیر مزے سے بولا

مجھے راستہ نہیں چاہیے۔۔وہ جھنجلا کر بولی

تو کیا دل چاہیے ؟یوں کھڑے کھڑے ؟عمیر نے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کیا۔عزیر نے عمیر کو اس بکواس پر گھورا

واٹ ؟ دماغ درست ہے اپکا؟وہ لڑکی اچھل ہی پڑی

کیوں آپکو ٹھیک کرنا اتا ہے ؟عمیر چہکا

اور عزیر کو یقین ہو گیا کہ وہ واقعی اسکا دماغ ٹھیک کر دے گی کیوں کہ اس لڑکی کا چہرہ غصّے سے سرخ ہو رہا تھا۔

جی ہاں !بہت اچھی طرح۔۔۔۔اور آپ جیسوں کا تو میں فری میں ہی کر دیتی ہوں۔۔۔۔

آں ہاں !

ایڈیٹ راستہ دو مجھے گاڑی پارک کرنی ہے۔۔۔

اے ہیلو میڈم ایڈیٹ کیسے بولا؟ عمیر کو بھی غصہ آ گیا۔

کام داؤن یار! عزیر نے عمیر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے ٹھنڈا رہنے کو کہا

ایڈیٹ کو ایڈیٹ نہیں کہوں گی تو اور کیا کہوں گی؟ اتنے میں ایک اور جگہ سے گاڑی نکلی تو وہاں جگہ خالی ہو گئی

چل ادھر پارک کر لیتے ہیں۔ عزیر نے کہا تو عمیر نے ایک غصیلی نظر اس لڑکی پر ڈالی اور آندھی طوفان کی طرح گاڑی اسکے قریب سے لے گیا وہ لڑکی اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

یو ایڈ ایٹ! اسنے چلا کر کہا۔۔ *

میرا دل کر رہا ہے اسکی گردن مروڑ دوں! گھر آ کر بھی عمیر کو سکون نہیں مل رہا تھا۔

تو مروڑ دینی تھی نا۔ قاسم نے روزے سے نڈھال ہوتے ہوئے کہا۔ منہ پر کشن رکھ کر وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا مگر نیند پھر بھی نہیں آ رہی تھی

بس بیٹا بس! اتنی انرجی ویسٹ نا کریں۔ ہوتا آپ سے کچھ نہیں۔۔۔ صرف باتیں نا کیا کریں۔۔ عزیر نے جلتی پر تیل ڈالا تھا۔۔۔

تم پھاپھا کٹنے! تم نے ہی کہا تھا نا کام داؤن۔۔۔

اور تو ہو گیا؟ شاباش! قربان جاؤں تیری فرماں برداری کے۔

اب مجھے وہ ملی ناپھر دیکھنا! عمیر نے لب بھینچتے ہوئے کہا۔

کیا کرے گا۔ اسکے پاؤں پر جائے گا؟

میرا اس وقت تمہارے ساتھ لڑنے کا کوئی موڈ نہیں۔ اس لیے چپ کر جاؤ۔ ویسے بھی میں روزے سے ہوں !

اچھا تو اس سے لڑنے کا موڈ ہے ؟ عزیر صاحب آج زیادہ ہی چہک رہے تھے۔ عمیر نے کشن اٹھا کر اسے مارا اور اوپر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

دو ہفتوں بعد اسے یاد آیا کہ وہ صبا سے ہر ہفتے انے کا وعدہ کر کہ آیا تھا

مجھے تو لگتا ہے کسی دن آپ بھول ہی جایں گے کہ صبا نام کی کوئی لڑکی بھی تھی۔

یہ فہد کے دوستانا روایہ کا کمال تھا جو اسکے منہ سے ایسا شکوہ نکلا تھا پہلے دن تو وہ اتنی ڈری سہی تھی کہ فہد کے مخاطب کرنے پر بھی بمشکل جواب دے پاتی تھی۔ کجا اس طرح کے شکوے شکایات کرنا۔

ارے بھی! بھولا تھوڑی تھا بس ذہن سے نکل گیا تھا۔ انوکھی ہی وضاحت تھی وہ مسکرادی

اپنی مسز کو کون بھول سکتا ہے

وہ آپ سے ایک بات کہنی تھی۔ وہ کچھ دیر کے بعد جھجھک کر بولی

وہ میں یہاں سارا دن فارغ بیٹھ بیٹھ کر بور ہوتی ہوں۔یہاں تقریباً ساری لڑکیاں اپنے اپنے کام پر چلی جاتی ہیں۔وہ رک گئی

ہوں!اسکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہنا کیا چاہتی ہے۔

تو اگر آپ اجازت دیں تو میں۔۔۔میں بھی کوئی جاب کر لوں ۔اسنے بہت جھجھکتے ہوئے اٹک اٹک کر اپنا مدعا بیان کیا۔

اگر تم سمجھتی ہو کہ جاب کرنے سے تمہارا مسلہ حل ہو جآے گا تو اس میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟اسے ابھی تک اجازت والی بات سمجھ میں نہیں آئ تھی کیوں کہ گھر میں کبھی ایسا ماحول دیکھا ہی نہیں تھا سو اسے نہیں معلوم تھا کہ سپیشلی اجازت لینے کی ضرورت کیوں محسوس ہو رہی ہے۔

وہ آپ میرے ہسبنڈ ہیں۔سو آپ ہی سے اجازت لینی تھی۔

اوکے اوکے مگر کرو گی کہاں؟فہد کے مان جانے پر صبا کا چہرہ کھل اٹھا۔

وہ میری روم مٹ ہے وہاں اسکے سکول میں ایک ٹیچر کی ضرورت ہے۔وہاں۔وہ خوشی خوشی بتانے لگی۔ٹھیک۔جب تک ہمارا مسلہ حل نہیں ہوتا۔تب تک کر لو۔

""""""""""""""""""""""""""""""""

وو تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا اوپر جارھا تھا کہ ایک لڑکی اس سے ٹکراتے بچی۔

اوہ! عزیر اس لڑکی کو پہچان گیا تھا۔کچھ دیر پہلے عمیر بھی یہاں سے گزرا تھا اگر یہ اس سے ٹکرا جاتی تو۔

شکر! اسکے منہ سے بے اختیار نکلا مگر لڑکی کے چہرے پر شناسائی کے کوئی آثار نہیں تھے۔

اب وہ جدھر ہوتا وہ لڑکی بھی ادھر ہو جاتی۔کافی دیر یہی ہوتا رہا تو عزیر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔پہلے آپ چلی جایں۔اسنے مسکراتے ہوئے کہا

تھنکس! وہ کہ کر نیچے اترنے لگی۔

ایکسیوزمی! عزیر نے اسے روکا۔وہ پلٹی

آج گھر جاکر شکرانے کے نفل ادا کیجیے گا۔

وہ کیوں؟ اسنے حیرت سے پوچھا

ایکچولی چند لمحے پہلے میرا بھائی بھی یہاں سے گزر کر گیا ہے جس کی آپ نے اس دن بستی کر دی تھی۔سو اب وہ آپکو ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔

لیکن میں نے کب؟ وہ آنکھوں میں حیرانی لیے اس سے پوچھ رہی تھی۔

ارے آپکی یادداشت کافی کمزور ہے۔۔۔لڑکی نے اسے گھورا

اس دن جب آپ اپنی گاڑی پارک۔۔۔۔۔۔وہ یاد دلانے لگا

اوہ ہاں یاد آگیا۔وہ اچانک بول پڑی ۔۔۔حلانکے اسکے چہرے کے تاثرات اسکے بر عکس تھے۔

تو غلطی بھی تو آپکے بھائی کی ہی تھی ایک تو مجھے پہلے ہی دیر ہو گئی تھی اوپر سے انہوں نے فضول باتیں شوروع کر دی تھی ۔۔۔اوکے آئی ہیو تو گو ناؤ۔وہ پلٹی اور تیزی سے سیڑھیاں اترتی چلی گئ

عجیب لڑکی ہے اس دن کیسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی اور آج ۔۔۔۔خیر مجھے کیا۔۔وہ پھر تیزی سے سیڑھیاں پھلانگنے لگا۔

ویسے آج کافی اچھی لگ رہی تھی۔اسنے سوچا۔

///////////////////////

رمضان میں سب سے بڑا مسلہ سحری میں اٹھنے کا تھا باقی تو سب آرام سے اٹھ جاتے تھے مگر عزیر اور شہریار نے سب کا ناک میں دم کر رکھا تھا ہر پانچ منٹ بعد کوئی نا کوئی انھیں اٹھانے اتا اور وہ ہر کسی کو پانچ منٹ کے لیے ٹال دیتے۔

آخر کار قاسم کے دماغ نے ہی کام کیا۔اسنے اپنے سیل میں سائرن والی ٹون داؤن لوڈ کی۔اب وہ آدھا گھنٹہ پہلے ہی وہ ٹون لگاتا اور وہ دونوں بند آنکھوں سے ٹیبل پر موجود ہوتے ۔

آج افطاری بنانے کی ذمہ داری شہریار کی تھی۔روزانہ کچھ سامان بازار سے آتا تھا مگر آج شہریار صاحب سارا کا سارا سامان ہی بازار کا اٹھالاے۔

اف۔۔۔میری آنکھوں کے اگے تارے ناچ رھے ہیں۔بازار سے سامان خرید کر اور اسے کچن تک پہنچانے میں ہی اسکی آنکھوں کے اگے تارے ناچنا شروع ہو گیے تھے۔

بیٹا جی!جب ہم یہ سب بناتے ہیں تو کھاتے ہوئے تمہاری آنکھوں کے آگے تارے نہیں ناچتے؟آفاق جو ابھی ابھی شاور لے کر آیا تھا بولا۔گرمیوں کے روزوں نے ویسے ہی سب کی مت ماری ہوئی تھی۔

یار قسم سے نازک مزاجی میں تو تو عورتوں کو بھی پیچھے چھوڑ گیا ہے۔فہد جو ٹی وی دیکھ رہا تھا۔نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

ویسے آپکی بیگم کا کیا ہو گا؟عمیر بولا تو فہد گڑبڑا گیا۔مگر وہ شہریار سے مخاطب تھا۔

ہاے وہ اے تو سہی۔شہریار نے آہ بھری۔

ہاں آے اور پھر کہے اللہ!میرے لیے یہی نمونہ رہ گیا تھا۔وہ عمیر ہی کیا جو آگے سے جواب نا دے۔

تم تو چپ ہی رہو میرے صدا کے دشمن۔

میرے سپنوں کی رانی کب آے گی تو۔وہ آنکھیں بند کر کے گنگنانے لگا۔

صائمہ صدیقی

ہم لوگ لائبریری میں ہی ہوں گے۔تم وہیں آجانا ۔عمیر نے عزیر سے کہا جو assignment لے کر اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بھگا تھا۔

وہ لوگ ابھی دروازے سے داخل ہونے ہی والے تھے کہ لڑکیوں کا ایک گروپ تیزی سے باہر نکلا تھا۔وہ سب آپس میں باتیں کر رہی تھیں ۔عمیر کا ایک دوست سعد اس گروپ کی ایک لڑکی سے ٹکرا گیا۔

اوہ ایم سوری۔سعد نے فوراً معذرت کرلی۔حلانکہ غلطی اس لڑکی کی ہی تھی۔

اوہ اٹس اوکے ۔وہ لڑکی ابھی بولنے ہی لگی تھی کہ انکے گروپ کی ایک دوسری لڑکی بول پڑی

وہاٹ سوری!تم لوگوں کا تو کام ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔عمیر کے ذہن میں جھماکہ ہوا۔ارے یہ تو وہی ہے۔

ہم لوگ تو جو بھی ہیں محترمہ۔۔۔ذرا اپنا حدود و اربع بتانا پسند کریں گی ؟ ہر کسی سے خوامخواہ فری ہونے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔شاید ہوبی ہے آپکی۔۔۔جن بیچاروں کی ٹکر ہوئی تھی وہ آپس کی معذرت اور بات بھول کر ان دونوں کو خاموش کروانے میں لگ گیے۔

تم سے فری ہونے کی کوشش۔۔۔۔۔۔۔مائی فٹ۔۔۔شکل دیکھی ہے اپنی۔۔۔۔۔۔سڑے ہوئے بینگن۔

اور تم۔۔۔۔تم کیا ہو۔۔۔۔کیڑا لگی بھنڈی۔۔۔

عزیر assignment جمع کروا کر واپس بھی آگیا تھا۔تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اسنے لائبریری کے دروازے کے باہر ایک ہجوم دیکھا۔یھ یہاں کونسی کانفرنس ہو رہی ہے۔وہ حیران ہوتا ہوا آگے بڑھا۔

تم۔۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے اس طرح بات کرنے کی۔وہ لڑکی غصے سے لال پیلی ہو رہی تھی۔

اس میں ہمت کی کونسی بات ہے۔ذرا سی زبان ہی ہلانی تھی۔۔عمیر شاید دل کی بھڑاس نکال چکا تھا۔سو اب اسے زچ کر رہا تھا اور وہ۔۔۔اسکی آنکھیں۔۔۔اس لڑکی کا بس نہیں چل رہا تھا وہ عمیر کے ساتھ کیا کر ڈالے۔یہ کیا ہو رہا ہے؟ عزیر نے آگے بڑھ کر عمیر کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

کچھ نئی یار ے عادت سے مجبور ہے۔وہ ہلکے پھلکے انداز میں کندھے اچکا کر بولا۔

میں عادت سے مجبور ہوں یا۔۔۔۔۔وہ پھر شروع ہو گئی

پلیز بس بات ختم کریں۔ کافی تماشا ہو چکا ہے۔ اسنے عمیر کا ہاتھ پکڑا اور واپسی کے لیے قدم بڑھایے

توبہ لڑکی ہے یا پٹاخہ۔ سعد تھوڑا آگے جا کر بولا۔

ایٹم بم ہے پوری۔ عمیر ہنسا

لیکن اس دن تو۔۔ عزیر نے الجھ کر سوچا۔ ویسے عمیر کی شکل بھی تو ایسی ہے۔ ہاہاہا۔۔ لیکن میری کونسا الگ ہے۔۔۔ وہ دل ہی دل میں ہنسا

اگلی دفع وہ واقعی ایک ہفتے بعد اس سے ملنے پہنچ گیا تھا۔

اب آپکی یاد داشت کچھ کچھ بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ وہ دھیرے سے ہنسی تھی

بس دیکھ لو! میں نے کہا تھا نا کہ اپنی مسز کو کون بھول سکتا ہے۔ وہ گڑبڑا کر بولا تھا۔ کیوں کہ یہ تو اسکا ایک دوست اپنی مسز کی بھاری شاپنگ کے ڈیمانڈ کا رونا روتا تو اسے یاد ہی نا آتا کے وہ بھی ایک عدد مسز رکھتا ہے۔ اور پھر فورن ہی اسے یاد آیا کہ اسنے صبا سے ہر ہفتے انے کا وعدہ کیا تھا۔ سو وہ اب اسکے سامنے تھا۔

اور کیسا گزر رہا ہے وقت؟ جاب سے مطمئن ہو؟ اسنے بات برائے بات کی تھی

اور آگے سے وہ مکمل اور بھرپور جواب دینے لگی ایک ایک تفصیل کے ساتھ۔شاید پورے ہفتے کی باتیں جمع کرکے رکھی ہوئی تھی وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے پوری توجہ کے ساتھ سن رہا تھا۔

جو بات کرتے ہوئے ساتھ ساتھ ہاتھوں کو بھی ہلا ہلا کر بتا رہی تھی۔اور اسکی آنکھیں۔۔۔۔۔اسکے تاثرات کی مکمل عکاسی کررہے تھے

آتے ہوئے وہ اسے کافی ساری رقم دے کر آیا تھا تاکہ وہ صرف اپنی تنخواہ کی محتاج نا رہے

یار ہم لوگ عید کی تیاری کب کریں گے؟عمیر بولا

اپنے اپنے حصے کے کام نپٹا کر اب وہ افطاری کے بعد لاؤنج میں بیٹھے تھے۔شیراز صاحب اپنے ایک دوست کی طرف جاچکے تھے۔جب کہ وہ سب چاے سے لطف اندوز ہو رھے تھے۔تراویح کے لیے سب اکھٹے ہی جاتے تھے۔اگر ایک بھی افطاری کے بعد روم میں گھس جاتا تو پھر سحری کے وقت ہی نکلتا تھا۔

ہائیں!شہریار اچھل پڑا۔

کیا کہا تم نے۔عزیر ذرا اسکی کمپنی چیک کر۔پہلے اسے رمضان کی تیاری کرنی تھی اور اب بیسویں روزے کو ہی عید کی تیاری کی یاد آگئی۔۔۔عمیر صاحب سب ٹھیک ہے نا؟اسنے مشکوک نظروں سے عمیر کو گھورا

ایک تو تم بھی الٹا مطلب لے لیتے ہو ہر بات کا۔ عمیر کو چند لمحے ہی لگتے تھے غصے میں انے میں

تو تم باتیں ہی ایسی کرتے ہو۔ بندہ مجبور ہو جاتا ہے شک کرنے پر

آفاق بھائی! میں یہ کہ رہا تھا کہ ہم لوگ عید کی شوپنگ کب کریں گے؟ شہریار کی طرف سے رخ موڑ کر اب وہ آفاق کی طرف متوجہ ہوا

کیوں؟ آفاق نے پوچھا۔

کیوں کیا ہوا؟ کرنی تو ہے ہی۔۔ پھر جلدی جلدی کرتے ہیں نا۔۔۔ اچھا لگے گا نا۔ سب اکھٹے ساتھ جایں گے۔۔

آہم آہم۔۔۔ کیوں بھائی۔۔۔ بچیوں کی جان لینے کا ارادہ ہے۔۔ سارے شہزادے اکھٹے نکل پڑے تو۔۔۔۔۔۔

قاسم نے کہا تو سب نے قہقہہ لگایا

ویل سیڈ قاسم!

یار مجھے بتاؤ۔ تمہارے ساتھ پرابلم کیا ہے؟ عزیر نے اس سے پوچھا

بس میں چاہتا ہوں کہ ہمارے گھر بھی ویسی تیاری ہو جیسی سعد وغیرہ کے گھر ہوتی ہے۔بازاروں کے چکر۔۔ کبھی دو پٹے رنگوانا ۔ کبھی لیس وغیرہ کے کلر۔پھر چوڑیاں مھندی۔۔۔ابھی وہ بول ہی رہا تھا کہ شہریار پھر بول پڑا

دیکھا! میں نے کہا تھا نا کہ اسکی کمپنی چیک کرو۔مجھے بتاؤ ذرا یہ سعد نے کب سے دوپٹا لینا شروع کر دیا۔اور یہ مہندی چوڑیاں۔۔۔۔۔آر یو کریزی؟

اور تمہیں اس گھر میں ایسی کوئی مخلوق نظر آتی ہے جو یہ سب چیزیں یوز کرے؟ عزیر نے کہا۔

تم تو بس۔۔۔۔عمیر نے منہ بنالیا

عمیر بی سیریس۔ تم خود بتاؤ ہمارے گھر میں یہ سب پہننے والا ہے کون جو ہم یہ لاتے پھریں؟

آفاق نے اس سے پوچھا تو اس نے سر جھکالیا

تو ہم اپنی شاپنگ۔۔۔یوز پھر یاد آیا۔

وہ ہم چاند رات کو ہی کریں گے۔اگر پہلے کر لی تو عید کا جو تھوڑا بہت احساس ہوتا ہے وہ بھی جاتا رہے گا۔آفاق نے کہا تو وہ کچھ سوچ کر چپ ہو گیا۔

یہ سب کچھ تم پہنو گی؟ فہد حیرت سے کبھی اسے کبھی visitor روم کے ٹیبل اور صوفہ پر دھری چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔

نہیں! محلے والوں کو بلکہ پورے ہوسٹل کو پہناوں گی۔وہ خفگی سے بولی

ظاہر ہے میں لائی ہوں تو میں ہی پہنوں گی نا۔وہ اتنے شوق سے اپنی عید کی شاپنگ اسے دکھانے کے لیے لائی تھی۔مگر وہ بجائے تعریف کے الٹا حیران ہو رہا تھا۔

مگر مسز اتنی ساری۔۔اسے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ہلکے سے کام والا انارکلی فراک جیولری سینڈل مھندی چوڑیاں اور نا جانے کیا کیا الا بلا تھا۔

اتنی ساری کہاں۔اسنے منہ بنالیا

صرف ایک دن کی شاپنگ ہے۔پہلے دن کی۔باقی دونوں کے لیے تو میں نے پلین سوٹ ہی لیے ہیں۔آپ آہیں گے نا عید کے دن؟

صرف ایک دن۔۔۔فہد کی آنکھیں حیرت سے کھلی۔اوہ مائی گڈ نیس۔اوکے ضرور آؤں گا یہ دیکھنے کے لیے کے تم ان سب چیزوں کو کیسے اپنے اوپر لادو گی۔فہد نے ہنستے ہوئے کہا۔

اف عمیر جو اس دن بات کر رہا تھا۔چوڑیاں مھندی۔۔۔اگر اسے پتہ چل جائے تو؟ اسنے سوچا۔

نجانے ان لوگوں کا کیاری ایکشن ہو گا۔خاص طور پر ڈیڈی کا۔۔۔عید کے بعد بات کروں گا۔

+++++++++++++

عمیر اور عاصم چاند رات کو اپنی شاپنگ کے لیے نکلے تھے۔آفاق اور فہد اکھٹے جاتے تھے۔بلکہ آفاق ہی ڈیڈی کے لیے بھی شاپنگ کر لیتا تھا۔جبکہ باقی تینوں اکھٹے جاتے تھے۔

ہر کوئی مہنگائی کا رونا پورے سال روتا ہے مگر عید تو بہر حال سب نے ہی منانی ہوتی ہے۔سو سب ہی اپنی اپنی حیثیت کر مطابق خریداری کرتے ہیں۔اسی لیے چاند رات کو خاصا رش تھا۔کچھ من چلے ایسے بھی تھے جن کو لینا تو کچھ نہیں تھا بس دوسروں کی شاپنگ اور موڈ خراب کرنے کے لیے بازاروں کا رخ کرتے تھے۔

وہ دونوں اپنی ہی دھن میں چلتے جا رہے تھے جب کوئی بھرپور طریقے سے پہلے عاصم سے اور پھر عمیر سے ٹکرایا۔

اوہ ایم سوری بھیا! ٹکراتے والا جلدی سے سنبھلا اور آگے بڑھنے ہی لگا تھا جب عمیر نے اسے کالر سے پکڑ کر پیچھے کھینچا۔۔

ابے جا تا کدھر ہے۔عمیر نے اسکا رخ اپنی طرف موڑا

یہ۔۔۔یہ کیا بدتمیزی ہے؟ وہ پلٹا تو اسکے ہاتھ میں ایک لیڈیز بیگ بھی تھا۔بدتمیزی! وہ تو میں تمہیں ابھی بتاؤں گا۔پہلے میرا والٹ نکالو۔عمیر نے اسے گریبان سے پکڑ کر جھٹکا دیا۔

دیکھیے آپ! مم مجھ پر خوامخواہ۔۔شک کر۔۔۔

عمیر کے مکے نے اسے بات مکمل کرنے ہی نہیں دی۔ پھر عاصم اور عمیر نے اسکی دھلائی شروع کردی ان کے گرد مجمع اکھٹا ہو گیا۔ مگر انہوں نے اپنا والٹ بھی نکلوایا اور دوسروں کے بھی۔ اور ساتھ ہی وہ بیگ بھی دے دیا۔

بھاگ جا! اب نظر آیا نا۔۔۔ وہ آدمی معافی مانگتا ہوا لوگوں کے ہجوم میں گم ہو گیا۔ اور ساتھ ہی مجمع بھی چھٹ گیا۔

اب انکا کیا کرنا ہے بھائی؟ عاصم کا اشارہ ان بٹوں کی طرف تھا جو اس آدمی کی جیب سے نکلے تھے۔ اور تعداد میں 8 تھے۔

ڈھونڈتے ہیں یار یہیں کہیں سے اڑائے ہوں گے۔ عمیر والٹ چیک کرنے لگا

اور یہ بیگ۔ عاصم نے اسکی توجہ بیگ کی طرف دلائی جو ابھی تک اسکے ہاتھ میں ہی تھا

اوہ۔ عمیر نے بیگ اسکے ہاتھ سے لیا اسکا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔

ساتھ ہی بیگ کھول کر دیکھنے لگا۔ نجانے کس آنٹی کا ہو گا۔ بیگ میں آئی ڈی کارڈ پڑا تھا۔ اسکا منہ کھل گیا۔

اوہ تو یہ۔۔۔ فائزہ! آئی ڈی کارڈ پر لگی ہوئی تصویر اسے اپنا منہ چڑاتی ہوئی محسوس ہوئی۔

بھائی آپ جانتے ہیں انہیں؟ عاصم نے پوچھا

ہاں یار یونیورسٹی فیلو ہے۔ عمیر نے بتایا تو عاصم معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

اوے یہ تو کس خوشی میں دانت نکال رہا ہے؟ اسنے اسکی گردن پکڑی۔

ایسی ویسی کوئی بات نہیں۔ یہ جنگلی بلی تو ہر وقت پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑی رہتی ہے۔ ابھی تم خود دیکھ لینا اگر یہ ملی تو۔۔ توبہ۔ وہ کہہ کر ایک سمت بڑھنے لگا۔

تو ابھی کدھر جارہے ہیں؟ آسم اسکے پیچھے لپکا۔

سیکورٹی کیبن کی طرف۔ وہاں لاؤڈ سپیکر پر اعلان وغیرہ کروادیتے ہیں۔ عمیر نے کہا تو اسنے اثبات میں سر ہلا دیا

ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیے تھے کہ وہ نظر آگئی۔ ایک سیکورٹی افسر پر چلاتی ہوئی۔

اف یہ بندی۔۔ ہر وقت غصے میں رہتی ہے۔ وہ بڑبڑایا۔ کبھی تو مسکرا کر بات کرے۔

آپ لوگوں کا کام کیا ہے یہاں؟ ہاں؟ چور اچکے آپکی نظروں کے سامنے لوگوں کو لوٹ کر لے جاتے ہیں اور آپ یہاں انکا منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ آپ سے تو۔۔۔۔ اچھا خاصا مجمع اکھٹا کیا ہوا تھا اسنے اپنے ارد گرد۔

ایکسیوزمی مس! اسکی آواز پر اسکی چلتی زبان کو بریک لگ گیے۔ یہ بیگ شاید۔۔۔۔ عمیر کے بیگ اگے کرتے ہی اسنے جھپٹ کر بیگ اسکے ہاتھ سے لے لیا۔

یہ تمہارے پاس کہاں سے آگیا؟ اسنے مشکوک نظروں سے گھورا

ہاں بھی شیر جوان ذرا بتانا یہ بیگ تمہارے پاس کیا کر رہا ہے؟ کانسٹیبل کی جان میں جان آئی

مجرم خود چل کر جو آ گیا تھا۔

ارے۔۔۔یہ تو لینے کے دینے پر گیے۔وہ بڑبڑایا

دیکھے وہ بولنے لگا تو کانسٹیبل نے اسے گردن سے پکڑ لیا۔

دیکھ تو ہم خود ہی لیں گے۔

اف یہاں تو نیکی کرنا بھی۔۔۔۔اب اگر باقی والٹ بھی نکل آے تو۔۔اوہ نو۔۔۔

دیکھے مسٹر۔۔۔عمیر نے جھٹکا دے کر اپنا آپ چھڑایا

یہ بیگ مجھے۔۔۔۔اسنے ساری بات بتائی اور ساتھ ہی باقی والٹ بھی نکال کر سامنے رکھ دئے ۔اتنے میں دوسرے افسر بھی آ گے تو بات سنبھل گئی اور وہ لوگ والٹ لے کر واپس کیبن کی طرف مڑ گیے۔

بھائی آج تو آپ بال بال بچے ہیں۔عاصم جو کب سے خاموش تماشائی کی طرح کھڑا تھا بول پڑا۔

ہاں یار واقعی یہ نیکی تو گلے ہی پڑنے والی تھی۔وہ دونوں آگے بڑھے تو اسنے انھیں آواز دے کر روکا

ایکسیوزمی مسٹر !عمیر فورن پلٹ کر بولا۔

مسٹر عمیر اور یہ چھوٹا بھائی عاصم ہے۔عمیر نے لگے ہاتھوں تعارف بھی کروادیا۔

ناءس تو میٹ یو۔۔وہ عاصم کی طرف دیکھ کر مسکرای اینڈ تھنک یو سوچ عمیر۔۔۔یہ کہ کر وہ واپس مڑ گئی اور عمیر کو جیسے سکتہ ہو گیا۔

آہم بھائی وہ چلی گئی ہیں۔عاصم نے اسے ٹہوکا دیا۔

ویسے لڑکی بری نہیں ہے اگر غصہ نا کرے تو۔اسنے سوچا۔۔۔۔۔

۔میں نے کہا تھا نا کہ آپ بھول جاییں گے۔بھول گیے نا مجھے۔وہ رخ موڑے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔اور فہد کی سمجھ میں نہیں آرہاtha کہ میڈیسن کی اتنی موٹی موٹی کتابیں وہ کیسے یاد کر لیتا تھا۔

پورا دن میں نے اپکا انتظار کیا اگر نہیں آنا تھا تو کہ دیتے۔دیکھ لیجیے گا اسی طرح آپ مجھے بھول جایں گے۔وہ بیٹھی روتی رہی اور فہد کے پاس کہنے کے لیے ایک لفظ تک نہیں تھا۔آخر وہ کہتا تو کیا کہتا؟

وہ ڈیڈی سے بات کرنا ہی بھول جاتا تھا۔جب وہ سامنے نہیں ہوتی تھی وہ واقعی ہی اسے بھولا رہتا تھا۔* *

بہت عرصے بعد وہ سب رات کے کھانے پر جمع ہوئے تھے ورنہ کبھی فہد کی ڈیوٹی ہوتی تو کبھی شہریار کا کوئی پروجیکٹ یا پھر شیراز صاحب یا آفاق کی کوئی میٹنگ ہوتی۔

ہاں بھئی بچو!انہوں نے اچانک سب کو مخاطب کیا تو قاسم اپنے آگے پیچھے دیکھنے لگا۔

ڈیڈی! بچے کہاں ہیں؟ اسنے حیرت سے پوچھا

گدھے! تم ہو بچے میرے۔ انہوں نے کہا تو سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔

لیکن ڈیڈی اب ہم بڑے ہو گیے ہیں۔ قاسم نے اس عزت افزائی پر منہ بسورا۔

یہی تو میں کہنے والا تھا۔ مگر تم اپنی چونچ بند کر لو تو!

اسکی ہر بات کے بیچ میں بولنے کی عادت سے سب ہی نالاں تھے۔ مگر قاسم صاحب بھی اپنے نام کے ایک ہی تھے۔

ہاں بھئی! تو میں کہہ رہا تھا کہ اب تم لوگ بڑے ہو گیے ہو اور مجھے لگتا ہے کہ عورت کا وجود اس گھر کے لیے ناگزیر ہو گیا ہے۔ فہد کے کان کھڑے ہو گیے۔ مگر نظریں جھک گئی۔

آہم آہم! اب کے شہریار کو کھانسی ہوئی۔ فہد نے اسکی کمر سہلائی۔ مگر چند لمحوں بعد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ کھانسی مصنوعی تھی۔

تو ڈیڈی! عمیر نے محتاط انداز میں بات شروع کی۔ یہ خیال آپکو پہلے کیوں نہیں آیا جب ہم چھوٹے تھے؟

کیوں کہ اس وقت تم لوگ چھوٹے تھے۔ انہوں نے فورن کہا۔

اوکے ڈیڈی جیسے آپ چاہیں۔ ہم کچھ نہیں کہیں گے۔ آفاق نے کہا جو کافی دیر سے خاموش تھا۔ اور شیراز صاحب کا دل باغ باغ ہو گیا۔

جی ڈیڈ! آپ ہماری طرف سے بالکل فکر نا کریں اور آپ جس سے دل چاہے شادی کر لیں۔۔شہریار نے بھی سنجیدگی سے کہا تو شیراز صاحب کو اچھو لگ گیا۔

وہاٹ ؟؟ وہ زور سے چلائے۔ مگر انھیں اور کھانسی ہوئی۔ آفاق نے انھیں پانی ڈال کر دیا۔

ڈیڈی بالکل! شہریار ٹھیک کہ رہاہے۔ہماری طرف سے آپ۔۔۔۔عزیر نے ابھی بولنا شروع ہی کیا تھا کہ شیراز صاحب دھاڑے۔

ابے گدھے نالائقو! مجھے شادی کرنی ہوتی تو اس وقت ہی کر لیتا جب تم چھوٹے تھے۔۔

کوئی بات نہیں ڈیڈی! آپ یہی سمجھ لیں کہ ہم چھوٹے ہیں۔۔۔نو پرابلم۔۔۔عمیر نے فورن کہا۔

نو پرابلم کے بچے۔ شیراز صاحب کا منہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

میں اپنی نہیں آفاق کی شادی کی بات کر رہا ہوں۔ انکی بات پر سبکو سانپ سونگھ گیا۔ اور کچھ لمحوں بعد جب سبکو ہوش آیا تو ہلچل مچ گئی۔ شہریار کرسی پر چڑھ کر ہوا میں ہاتھ لہرا لہرا کر ڈانس کرنے لگا۔ عزیر فہد قاسم اور عاصم اسکا ساتھ دینے لگے

یاہو۔۔۔۔عمیر نے نعرہ لگایا

دیساں دا راجا میرے بابل دا

امڑی دے دل دس سہارانی ویر میرا گھوڑی

آفاق ابھی تک حیران پریشان بیٹھا ہوا تھا۔

بس کرو بس۔ آرام سے بیٹھ کر کھانا کھا لو۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد شیراز صاحب کو انھیں ٹوکنا پڑا تو سب آرام سے اپنی اپنی پوزیشن پر واپس آ گے۔

مگر ڈیڈ! فہد نے سنجیدگی سے کہا

شادی کے لیے ایک عدد لڑکی کا ہونا ضروری ہے۔ اسکی بات پر شیراز صاحب کچھ دیر آفاق کو جانچتی نظروں سے دیکھتے رہے۔ جو فہد کے سوال پر انکی طرف ہی دیکھ رہا تھا

لڑکی ہے تو سہی۔۔۔۔ انکے اتنا ہی کہنے پر سب نے سوالات کی بوچھاڑ کر ڈی

اچھا کون ہے؟

کیسی ہے؟

کہاں ہوتی ہے؟

اور عاصم کا معصوم مگر معقول سوال۔ بھابی کا نام کیا ہے؟

آفاق کے چہرے سے بھی لگ رہا تھا کہ وہ ان تمام سوالات کے جواب جاننے کے لیے بیتاب ہے۔

اسکا نام ضوفشاں ہے وہ تمہاری مما کے ہی آبائی گاؤں میں رہتی ہے۔ اور تمہارے ماموں کی ساس یعنی اپنی نانی کے پاس رہتی ہے۔ تمہاری مما کی بھتیجی ہے اور کچھ؟

ڈیڈی وہ گاؤں میں۔۔۔۔ شہریار کو حیرت ہوئی

آفاق بھائی کی دلہن گاؤں سے لائیں گے۔ قاسم نے شہریار کی بات مکمل کی۔

بالکل کیوں نہیں؟ کیوں گاؤں میں انسان نہیں رہتے؟

مگر آفاق اور وہ۔۔۔۔۔ شہریار نے کہا تو آفاق وہاں سے اٹھ کر چلا گیا

جب کہ فہد سوچ رہا تھا کہ یہ ضوفشاں تو پھر انکی کزن ہے اس پر بھی اتنے اعتراض ہو رہے ہیں تو صبا؟

بھائی کو کیا ہوا ہے؟ قاسم نے پوچھا

بھائی کو شرم آرہی ہے۔ مشرقی لڑکے ہیں نا۔۔ عزیر نے اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے ایکٹنگ کی۔

شیراز صاحب تھوڑے پریشان ہو گیے۔ حلانکھ انھیں اندازہ تھا کہ آفاق کچھ ایسا ہی رد عمل ظاہر کرے گا مگر جیسے وہ بن کچھ کہے اٹھ کر چلا گیا تھا وہ اسکے لیے کافی فکر مند ہو چکے تھے۔ لہٰذا کھانا کھانے کے بعد جب سب اپنے کاموں میں مصروف ہو گیے تو وہ آفاق کے کمرے میں چلے آے

وہ کمپیوٹر آن کیے بیٹھا تھا۔ نظریں تو کمپیوٹر پر تھی مگر سوچ کا پنچھی کسی اور ہی جہاں کی سیر کر رہا تھا۔

میں اندر آ سکتا ہوں؟ کوئی ضروری کام تو نہیں کر رھے؟ انہوں نے دروازے پر دستک دے کر پوچھا تو وہ چونک گیا اور پھر فورن کھڑا ہو گیا۔

اے ناڈیڈی! اسمے پوچھنے کی کیا بات ہے؟ وہ شرمندہ ہو گیا۔

ایسے ہی! وہ آگے بڑھے۔ جب اولاد جوان ہو جائے تو والدین کو بھی محتاط ہو جانا چاہیے کچھ بھی کرنے یا کہنے سے پہلے اولاد سے پوچھ لینا چاہیے۔

ڈیڈی کیسی باتیں کر رھے ہیں آپ پلیز۔ اوہ شیراز صاحب کی باتوں سے شرمندہ ہو رہا تھا

بات یہ ہے آفاق بیٹا! یہ رشتہ تمہاری مما نے اپنی زندگی میں ہی طے کیا تھا۔ تمہاری مما اور ماموں بس دو ہی بہن بھائی تھے۔ جب ضو فشآن پیدا ہوئی تو اسی وقت لائلہ نے اسے تمہارے نام کی انگوٹھی پہنا دی کہ دونوں بہن بھائی کس رشتہ اور مظبوط ہو جائے مگر پھر تمہارے ماموں اور رامی کی ڈیتھ کے بعد ضوفشاں اور اسکی چھوٹی بہن اپنی نانی کے پاس رہنے لگی۔

لائلہ نے بہت کوشش کی کہ وہ ہمارے ساتھ رہیں مگر تمہاری مامی بھی دو بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی سو انہوں نے اپنی بہن کی نشانیوں کو اپنے پاس رکھنا چاہا جب تک تمہاری مما زندہ رہی وہاں سے ملنے جاتی رہی مگر اسکی وفات کے بعد میں یہ ذمہ داری نا نبھا سکا۔ میں نے تمہیں یہ سب اس لیے نہیں پہلے بتایا کہ میں نے سوچا کہ بچپن کی باتیں کس نے یاد رکھی

ہوں گی۔ لیکن دو دن پہلے ضوفشاں کی نانی کا پیغام ملا جس میں انہوں نے اپنی گرتی صحت اور ضوفشاں کی طرف سے فکر مندی کا اظہار کیا تھا اور یہ بھی کہ امانت حقدار تک پہنچ جانی چاہیے۔ اتنا کہ کر وہ چپ ہو گیے۔

لیکن ڈیڈی! وہ گاؤں کی۔۔۔۔ آفاق کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

بیٹا تمہاری مما بھی گاؤں کی تھی مگر شہر کی بہت سی لڑکیوں سے بہت اچھی بیوی اور ماں تھی۔ خیر اگر تمہیں اعتراض ہے تو میں انکو منع کر دیتا ہوں۔ میں تو بس تمہاری ماں کے خیال ۔سے۔۔۔ شاید وہ واقعی مایوس ہو گیے تھے۔

زندگی تمہیں ہی گزارنی ہے ناں جو تم مناسب سمجھو۔ وہ واپس جانے کے لیے مڑے

ایک منٹ ڈیڈی! آفاق کی پکار پر انہوں نے اپنے لبوں کی مسکراہٹ دبالی۔

مجھے اپکا فیصلہ منظور ہے ان فیکٹ مما کا بھی۔ لیکن مجھے تھوڑا ٹائم چاہیے ہو گا ایڈجسٹ کرنے کے لیے۔ باقی آپ جو بھی کریں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ آفاق نے ٹھہر ٹھہر کر بات مکمل کی تو شیراز صاحب نے فورن آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا۔

آئی نو مائی سن! تم کبھی میرا سر نیچا نہیں کرو گے

""""""""""""""""""* * * * * * * * * * * * *

آفاق کی شادی کے لیے انھیں چھٹیاں لینی تھی۔عزیر آج بڑے دن کے بعد اکنامکس ڈیپارٹمنٹ کی طرف آیا تھا۔یہاں اسکا ایک دوست ہوتا تھا جسے آفاق کی شادی کا کارڈ دینا تھا۔شادی ویسے تو گاؤں مے ں تھی مگر ولیمہ کا فنکشن انھیں شہر میں ہی کرنا تھا۔۔

اسے سیڑھیوں سے اترتی ہوئی وہ نظر آئی۔جیسے ہی اسنے اسکی طرف دیکھا اور ادھر اسکا پاؤں مڑ گیا۔اس سے پہلے وہ سیڑھیوں سے نیچے گرتی وہ تیزی سے اوپر پہنچا اور اسے سنبھال لیا۔وہ بچ تو گئی مگر اب اس سے پاؤں پر وزن نہی ڈالا جا رہا تھا۔سو وہ وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

اوہ آپکو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔یہ تو وہ جانتا تھا کہ اسے چوٹ آئی ہو گی۔عزیر نے اسکے ہاتھ سے پھسلنے والی چیزیں اکھٹی کی۔اسنے جواب دینے کے بجاے نفی میں سر ہلا دیا۔

آئی تھنک پاؤں میں موچ آگئی ہے۔وہ اسکی آنکھوں میں جھلملاتے آنسو صاف دیکھ سکتا تھا۔یہ آنسو اسے ڈسٹرب کر رہے تھے۔

آیئے میں آپکو ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں۔اسنے اسکے سامنے ہاتھ پھیلایا مگر وہ نظر انداز کر گئی۔

نہیں میں ٹھیک ہوں۔وہ بمشکل

خاک ٹھیک ہیں آپ؟ آپ سے چلا تک تو جا نہیں رہا پھر یہ سیڑھیاں کیسے اتریں گی۔ عزیر نے جل کر کہا اور پھر ایک ہاتھ سے اسنے اسکی کتابیں پکڑی اور دوسرے ہاتھ بڑھا کر اسنے اسکا ہاتھ تھام لیا۔ وہ لڑکی غصے سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

غصہ بعد میں کر لیجیے گا مس؟

فائزہ۔ وہ ناگواری سے بولی۔

جی مس فائزہ یہ غصہ تو بعد میں بھی ہو سکتا ہے ابھی آپ ڈاکٹر کے پاس چلیں ورنہ اپکا پاؤں غبارہ بن جائے گا۔ عزیر نے اسکی توجہ اسکے سوجتے پاؤں کی طرف دلائی

پھر اسے سیڑھیوں کے پاس کھڑا کر کے خود گاڑی لینے چلا گیا۔

جب وہ واپس آیا تو وہ اچھی خاصی رو چکی تھی اور ساتھ شاید اپنی بہن کو کال کر کے اپنے جانے کا بتا رہی تھی۔ وہ اسے لے کر فہد کے ہسپتال چلا آیا

ارے عزیر تم؟ فہد حیران ہوا

فائزہ یہ میرے بھائی ہیں اور فہد یہ میری یونیورسٹی فیلو ہیں فائزہ۔ انکے پاؤں میں شاید موچ آگئی ہے۔ تم ذرا چیک کر لو۔ فہد نے ایک نرس کے ساتھ اسے دوسرے روم میں بھجوا دیا۔

آہم صرف یونیورسٹی فیلو ہے یا۔۔۔۔ فہد معنی خیز انداز میں بولا

فلحال۔۔۔ اسنے جھینپ کر جواب دیا

ان ہاں !یعنی کے آگے کا معملا مشکوک ہے ؟فہد کے کہنے پر عزیر نے قہقہہ لگایا

کہہ سکتے ہیں

ڈریسنگ وغیرہ کے بعد وہ اسے گھر بھی چھوڑ آیا

۔۔۔اگلے دن صبح انکی روانگی تھی اور اس سے اگلے دن بارات اور ساتھ ہی واپسی۔

اگلے دن صبح تین گاڑیاں گاؤں کی طرف روانہ ہوئی۔سب سے اگلی گاڑی میں آفاق اور شیراز صاحب تھے اور ساتھ ہی سبکا سامان تھا۔

جب کہ دوسری گاری میں فہد کے ساتھ قاسم اور عاصم تھے۔اور تیسری میں شہریار کے ساتھ عمیر اور عزیر تھے۔

فہد نے آفاق سے کہا بھی تھا کہ وو ڈرائیو کرلیتا ہے اسے خو دیوں ڈرائیو کر کے نسی جانا چاہیے لیکن اسنے منع کر دیا ک

۔

ابھی کون سا بارات لے کر جارہے ہیں۔

ابھی انھیں لڑکی کے چھوٹے ماموں کے ہاں رہنا تھا پھر اگلے دن با قاعدہ بارات لے کر جانی تھی۔حلانکہ آفاق نے کہا بھی تھا کہ بس سادگی سے نکاح کر لیتے ہیں مگر ان لوگوں نے وھ

شور مچایا کہ اسنے اپنی بات دوہرای تک نہیں۔اور اس وقت بے اختیار ہی فہد کو اپنا نکاح یاد آگیا۔

مجھے لگ رہاہے میں کوئی خواب دیکھ رہاہوں۔تینوں گاڑیاں آگے پیچھے گاؤں میں داخل ہوئی تو قاسم اور عاصم حیرت اور اشتیاق سے اردگرد پھیلے سرسبز کھیتوں کو دیکھ رھے تھے۔

ہم لوگ بھابی لینے جارھے ہیں۔مجھے یقین نہیں آرہا۔ قاسم بولا تو فہد کو بھی یک دم یاد آیا کہ انکی ایک عدد بھابی کو اپنی تمام مصروفیات میں وہ بھلا چکا ہے۔

اوہ شٹ۔ اسکے منہ سے نکلا۔

کیاہوابھائی۔۔ قاسم نے چونک کر پوچھا۔

آں کچھ نہیں۔۔۔وہ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بولا

اف کتنا ایڈیٹ ہوں میں بھی۔کم از کم اسے ایک موبائل ہی لے دیتا۔رابطے میں آسانی ہوتی۔اب واپس جاکر ہی بتا سکوں گا۔ہوسٹل کا نمبر لینے کی زحمت بھی نہیں کی۔ صحیح کہتی ہے وہ۔حد ہوتی ہے لاپرواہی کی۔وہ سوچ رہا تھا کیوں کہ اس وقت وہ صرف سوچ ہی سکتا تھا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد وہ لوگ آخر کار مطلوبہ گاؤں پہنچ گیے۔ وہاں پر انکا پر تپاک استقبال ہوا۔ گاؤں کے وسط میں دو بڑی حویلیاں بنی ہوئی تھی۔ جن میں سے ایک میں انکے ٹھہرنے کا انتظام تھا۔

دونو حویلیاں ایک قدرے کم اونچای والی دیوار سے الگ کی گئیں تھی۔ شیراز صاحب تو یہاں آکر یہاں کے رنگ میں ہی رنگ چکے تھے۔ نجانے کن کن بچھڑے ہوں سے ملاقاتیں کرتے پھر رھے تھے۔ ان لوگوں کو کافی دیر تک گاؤں کے لڑکوں نے کمپنی دی پھر آہستہ آہستہ سب انکے آرام کے خیال سے اٹھ کر چلے گیے۔

ہائے اللہ ! اتنے سارے گھبرو جوان۔۔۔۔۔ ایک چہکتی ہوئی آواز پر ان سب نے مڑ کر دیکھا تو وہ بیچاری اپنا جملہ مکمل کرنا ہی بھول گئی اور غڑاپ سے دیوار کے پر گم ہو گئی۔ وہ سب صحن میں ڈالی گئی چارپائیوں پر محفل لگے بیٹھے تھے۔ انہیں ابھی معلوم ہوا تھا کہ ساتھ والی حویلی لڑکی والوں کی ہے اور یہ حویلی بھی لڑکی کے چھوٹے ماموں کی تھی ویسے تو دونو حویلیوں کے داخلی دروازے کافی دور تھے مگر گھر والوں نے آسان راستہ یعنی دیوار پھلانگ کر آنا جانا لگا رکھا تھا۔

پتہ نہیں یار! یہ سب کونسے زمانے کی بات کرتے ہیں۔ گاؤں میں تعلیم آگئی ہے شعور آگیا ہے اب گاؤں گاؤں نہیں رھے مگر مجھے تو کوئی ایسا انقلاب نظر نہیں آرہا۔ سب کے سب

ویسے ہی جاہل ہیں ال مینرڈ۔۔ شہریار نے تبصرہ کا تھا اور بے لاگ کیا تھا۔ وہ اس وقت نیم دراز تھا۔ فہد اور عمیر جس چارپائی پر بیٹھے تھے اسکا رخ دیوار کی طرف ہی تھا۔

سی۔۔۔۔ مجھے نظر نہیں آرہا کون سا والا دولہا ہے؟ نسوانی آواز پر آفاق سمیت سب کے کان کھڑے ہو گیے۔

ارے نہیں بھئ! وہ والا نہیں ہو گا۔ نجانے وہ کس سے مخاطب تھی

وہ جو لیٹا ہوا ہے نکما؟ گو کہ یہ سب سرگوشیاں تھی مگر اتنی اونچی ضرور تھی کہ ان سب تک آرام سے پہنچ رہی تھی۔ شہریار اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اسکی شکل دیکھی ہے؟ وہ کہاں سے لگتا ہے اسکی تو شکل ہی دولہا والی نہیں ہے۔ اتنا سڑیل لگتا ہے۔۔ اب کے شہریار کے علاوہ باقی سب نے قہقہہ لگایا البتہ شہریار کی شکل دیکھنے والی تھی۔

کافی چہرہ شناس ہیں محترمہ ۔ فہد بولا تو شہریار ایک جھٹکے سے اٹھا اور دیوار کے پاس چلا گیا۔ ادھر محترمہ شہریار کو ate دیکھ کر غروب ہونے کو تھی۔ کہ شہریار کی آواز نے اسے روک دیا۔

محترمہ سینئے ذرا! جج جی۔۔۔ وہ دوبارہ نظر آئ۔ اب صرف آنکھیں ہی نظر آرہی تھی

کیا ہوا؟ کسی نے دوسری طرف سے پوچھا

ابھی کچھ نہیں ہوا۔اطمینان رکھیے ! جواب شہریار نے دیا تو ادھر خاموشی چھا گئی۔یہ لوگ بھی مڑ کر دیوار ہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

یہ کیا طریقہ ہے میڈم ؟

کون سا طریقہ ؟ وہ اگر گھبرائی بھی تھی تو اپنے لہجے سے ذرا بھی ظاہر نہیں ہونے دے رہی تھی۔

دوسروں کے گھروں مین جھانکنا۔شہریار نے کہا تو اسنے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر شہریار کی اگلی بات نے اسے لب بھینچنے پر مجبور کر دیا۔

خیر۔اس مین اپکا بھی کوئی قصور نہیں۔ آپکو تربیت ہی ایسے ماحول مین ہوئی ہے جہاں اخلاق و آداب کی کوئی ویلیو ہی نہیں اب جاہلوں سے اس بات کی توقع کرنا تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس لڑکی نے شہریار کی بات مکمل ہی نہیں ہونے دی تھی۔انتہائی شائستہ انگلش مین بولی تھی۔

ہیلو مسٹر ! بہت بول چکے۔۔۔اب ذرا میری بھی سن لو۔پہلی بات یہ میرا اپنا گھر ہے۔اب وہ کھڑی ہو گئی تھی اور آدھی نظر آرہی تھی۔

اور دوسری بات۔۔۔شہر مین رہ کر پڑھ لکھ جانا کوئی بڑی بات نہیں۔بات تو تب ہے جب انسان اندھیروں مین روشنی کی کرن بنے۔گاؤں میں رہ کر تم اگر اپنے موجودہ سٹیٹس تک پہنچتے تو تب تم پر یہ بات سوٹ بھی کرتی۔ہنہ۔۔۔

شہریار سمیت سب کے منہ کھل گیے تھے وہ دوسری طرف غائب ہو چکی تھی جب کہ وہ ابھی تک وہیں سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔ اسکے تو وہم و گمان میں بھی یہ سب نہیں تھا۔

اللہ خیر کرے! او بھائی! رنگ میں بھنگ نا ڈال دینا۔ عزیر نے ہنستے ہوئے اسکے سکتے کو نشانہ بنایا

ویسے اپکا کیا خیال ہے چودھری شہریار وڑائچ صاحب کافی سے بھی زیادہ نہیں ہو گئی؟ عمیر نے رائے لینے والے انداز میں پوچھا تو سب کی ہنسی نکل گئی مگر شہریار غصے کے عالم میں اپنے کمرے کی طرف چلا گیا

*****""""""""**"*"***""*"*"************ڈیڈی ہمیں بھی بھابی کو دیکھنا ہے۔ شیراز صاحب جب شام کو سب سے مل ملا کر اور تمام انتظام وغیرہ دیکھ کر آے تو وہ سب بھائی ان کے کمرے میں آن دھمکے۔

تو دیکھ لو۔۔ میں نے منع تھوڑی کیا ہے؟ شیراز صاحب اطمینان سے نواڑی پلنگ پر لیٹتے ہوئے بولے۔ مگر کیسے؟ قاسم نے پوچھا

وہاں تو اچھی خاصی مخلوق جمع ہے سولہ تو میں نے خود گنی تھی۔ عمیر نے کہا اسے دن والی گنتی یاد آگئی تھی۔

آج وہاں مھندی اور مایوں کی رسم ہے نا اس لیے۔

وہاٹ؟ وہ سب کے سب اچھل پڑے

ہمارے بغیر ہی مھندی ہو رہی ہے؟ شہریار بولا

ہم یہاں بور ہو رھے ہیں اور وہاں مھندی چل رہی ہے کمال ہے۔ قاسم نے کہا۔

لیکن وہ تو لڑکیوں کا فنکشن ہے اور شاید وہ پسند نا کریں۔ شیراز صاحب نے کہا تو قاسم اور عاصم کے منہ لٹک گیے

ارے واہ ایسے کیسے ناپسند کریں گے؟ شہریار نے کہا

بس ہمیں بھی فنکشن اٹینڈ کرنا ہے۔ڈیڈی پلیز آپ بات تو کریں نا۔ عمیر ضدی لہجے میں بولا۔

اچھا اچھا چلو میں دیکھتا ہوں پھر۔ شیراز صاحب اٹھ کر باہر چلے گیے تو وہ سب بھی کھڑے ہو گیے۔

چلو۔ جلدی کرو۔ تیار ہوتے ہیں۔ شہریار بالوں مے انگلیاں چلاتے ہوئے سب سے مخاطب ہوا۔

ڈیڈی کو پوچھنے تو دو پہلے۔ فہد نے کہا۔

اول تو وہ منع نہیں کریں گے اور دوسرا یہ کہ اگر منع کیا بھی تو بھی میں ضرور جاؤں گا۔اسنے آخری جملہ عمیر عزیر اور قاسم کی طرف دیکھ کر کہا

ہم بھی جایں گے۔وہ تینوں بھی بولے

تو پھر چلو۔وہ سب اپنے لیے مخصوص کیے گئے کمروں کی طرف بڑھ گیے۔اور آفاق کو بھی کھینچ کھانچ کر اٹھایا حلانکھ وہ جانا نہیں چاہتا تھا

شیر از صاحب جب واپس آے تو وہ لوگ تیار ہو کر برا مدے میں ہی انکا انتظار کر رھے تھے۔

تم لوگ تیار بھی ہو گیے ؟انہوں نے حیرت سے اپنے سپوتوں کو دیکھا

اور تم بھی جاؤ گے ؟انہوں نے آفاق کی طرف دیکھ کر پوچھا

جی ڈیڈی بھائی اکیلے یہاں کیا کریں گے ہم نے کہا ہمارے ساتھ ہی چلیں۔عزیر نے مزے سے جواب دیا تو شیر از صاحب نے پہلے عزیر کو اور پھر لا تعلق سے آفاق کو دیکھا۔

تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟ آفاق کہیں نہیں جارہا تم لوگوں کی بات میں نے کر لی ہے۔

ڈیڈی آفاق کے جانے سے کیا ہو جائے گا؟اچھا ہے نا combine مھندی ہو جائے گی۔

شہر یار نے آفاق کی طرف داری کی

بیٹا جی یہ گاؤں ہے شہر نہیں۔۔۔گو کہ ترقی یہاں بھی ہو چکی ہے مگر کچھ رسم و رواج ابھی بھی ویسے ہی چلے آرہے ہیں صدیوں سے۔

اچھا اب ہم لوگ تو چلیں یہ نا ہو وہاں فنکشن ہی ختم ہو جائے۔فہد نے کہا

وہ جیسے ہی لڑکی والوں کے گھر میں داخل ہوئے دروازے کے ساتھ قطار میں کھڑی بچیوں اور انکی باجیوں نے ان پر پھولوں کی بارش کر دی۔اکثریت نے اپنے چہرے دوپٹہ سے چھپا ے ہوئے تھے۔

وہ لوگ ادھر ادھر دیکھ بغیر آگے بڑھتے گیے آگے جا کر کچھ انٹی ٹائپ عورتوں نے انھیں گھیر لیا اور باری باری انکے سروں پر ہاتھ پھیر کر اپنا اپنا تعارف کروانے لگی۔عمیر اور شہریار بار بار اپنے ہیئر سٹائل کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر۔۔۔

وے نچھووے ادھر مر ایک عورت نے بڑھک ماری یا کم از کم انکو اس عورت کا اس طرح بولنا بڑھک ہی لگا

ان منڈوں کو لے جا اماں کے پاس۔سلام کر آیں فیر واپس لے آنا۔ایک حسینہ پراندہ لیہراتی ہوئی آئ تھی اب نجانے اسکا منہ ہی لال تھا یا پھر میک اپ زیادہ کیا ہوا تھا۔

آییں جی۔بیچاری یہ دو لفظ بول کر ہی دوہری ہو رہی تھی

سب سے آگے وہ لڑکی تھی پھر فہد شہریار اور پھر سب۔وہ لڑکی ایک دروازے کے پاس رک گئ اور دروازے پر دستک دئے بغیر اونچی آواز میں بولی

شہر والے منڈے آے نیں۔اندر سے شاید کوئی آواز نہیں ای تھی مگر ان لوگوں کو سنائی نہیں دی۔

جاؤ جی اندر

اندر کمرہ بالکل روایتی سا تھا جیسے عام طور پر بڑی بڑی حویلیوں میں ہوتا ہے ایک پلنگ پر ایک بوڑھی سی عورت لیتی ہوئی تھی مگر دیکھنے سے تو کہیں سے بھی بیمار نہیں لگ رہی تھی۔ یہ یقیناً انکے ماموں کی ساس اور بھابی کی نانی تھی۔ کمرے میں ایک اور لڑکی بھی موجود تھی جو رخ موڑے ایک ٹیبل پر نجانے کس کام میں مصروف تھی انکے انے پر صرف ایک لمحے کے لیے اسنے مڑ کر دیکھا تھا یہ وہی لڑکی تھی جس نے دن کو شہریار کی اچھی خاصی عزت افزائی کی تھی۔ شہریار نے کینہ توز نظروں سے اسے گھورا مگر تب تک وہ رخ موڑ چکی تھی۔

لو دلہن تو یہ بنی ہوئی ہے۔ عمیر نے شہریار سے کہا وہ پہلے ہی اسکا جائزہ لے رہا تھا۔

تو پھر کیا خیال ہے؟ فہد اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا

نانی قاسم اور عاصم کا انٹرویو لے رہی تھی جو انھیں ہر بات کا بہت تفصیل سے جواب دے رھے تھے عاصم تھوڑا کنفیوز تھا مگر قاسم کا انداز ایسا تھا جیسے وہ نانی کی بچپن کی سہیلی ہو۔

نیک خیال ہے۔ آپ ہاں کریں ڈیڈی کو ہم منا لیں گے عزیر نے کہا تو فہد اچھل پڑا میں اپنی نہیں عمیر کی بات کر رہا ہوں۔

مارو باجی! اتنے میں دروازہ دھماکے سے کھلا اور دو لڑکیاں گرتی پڑتی اندر آ ہیں۔

ہاں کیا بات ہے؟ وہ مڑی تو انہوں نے دیکھا وہ مھندی لا تھال سجا رہی تھی۔

وہ بڑی تای کہ رہی ہیں آپ ہیں گی یا نہیں۔ضوفی باجی کی رسم کرنی ہے۔وہ اتنا کہ کر واپس بھاگی

ویسے میں بیمار تو نہیں مگر یہ انکی بڑی مامی نے ضوفی کا جینا حرام کیا ہوا تھا اور اسکی شادی اپنے آوارہ۔۔۔۔نانی قاسم کو نجانے کونسا قصہ سنانے جارہی تھی جب ماروا چانک بول پڑی

نانی آپ باہر آہیں گی؟ اسکا انداز ایسا تھا جیسے وہ نانی کو اس قصے کو سنانے سے منع رکھنا چاہتی ہو

نہیں میں تو نہیں آسکتی نا۔۔۔یہ گھٹنے۔۔۔ہاں ان لڑکوں کو لے جاؤ یہ بیچارے کب سے یہاں بیٹھے میری کہانیاں سن رہے ہیں نانی صاحبہ کو ان پر رحم آہی گیا

جی۔۔وہ سارے ایسے اٹھے جیسے اس قید سے رہائی ملنے پر شکر کیا ہو اور واقعی ایسا ہی تھا۔مارو نے مھندی کا تھال اٹھایا جس پر موم بتیاں روشن تھی موم بتیوں کی لو اسکے چہرے کو جگمگا رہی تھی۔شہریار جو پہلے ہی اسے گھور رہا th آبے خودی کے عالم میں اسے تکنے لگا۔۔۔

آہم۔سب باہر نکل چکے تھے جب عزیر اسکے قریب کھنکھارا تو وہ بھی جیسے ہوش میں آگیا

دلہن کو رسم کے لیے صحن میں لایا جاچکا تھا ایک بہت برا ہجوم تھا جو تقریباً دلہن کے سر پر ہی چڑھا ہوا تھا۔اور اس میں اکثریت لڑکیوں کی ہی تھی۔ان سب کو آتا دیکھ کر نجانے کیا کھسر پھسر شروع ہو گئی تھی۔وہ لڑکے ہو کر کنفیوز ہو رہے تھے

غلطی کی یہاں آکر۔ فہد بڑبڑایا

انکے لیے وہاں کرسیاں منگوادی گئی تھی۔ وہاں ان لوگوں کے علاوہ کوئی لڑکا نا تھا اس لیے وہ بے چینی محسوس کر رہے تھے۔ رسمیں تقریباً ہو چکی تھی۔ اب دلہن کے گرد لڑکیاں ہی تھی

ہم یہاں بیٹھنے کے لیے آے ہیں؟ عزیر نے بے زاری سے کہا

میرا تو یہی خیال ہے۔ فہد نے کہا

کوئی نہیں۔۔ شہریار اٹھا

چلو بھئی لڑکیو! ذرا پاسے پاسے ہو جاؤ۔ اب لڑکے والوں کی باری ہے۔ شہریار بلند آواز سے لڑکیوں سے مخاطب ہوا تو سب لڑکیاں حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھنے لگی۔ شاید اسکا پاسے پاسے ان سے ہضم نہیں ہو رہا تھا باقی بھائی بھی آکر شہریار کے ساتھ کھڑے ہو گیے تو لڑکیوں کو پاسے ہونا ہی پڑا

عاصم اور قاسم دلہن کے دائیں بائیں بیٹھ گیے

ایک طرف عمیر عزیر اور دوسری طرف فہد کھڑے ہو گئے شہریار پنجوں کے بل دلہن کے سامنے بیٹھ گیا

بھابی ! اتنا لمبا گھو نگھٹ نکالا ہوا ہے۔اپکا سانس تو نہیں رک رہا۔عاصم نے پو چھا تو بھابی صاحب نے جھٹ اثبات میں سر ہلایا پھر نفی میں۔

تو تھوڑا سا اوپر کریں۔ قاسم بولا اور ساتھ ہی آرام سے ضوفی کا دوپٹہ سر کانے کی کوشش کی مگر شاید وہ فکس تھا۔

ارے ری یہ کیا کر رھے ہو۔۔مارو کسی کو نے کھدرے سے نکلی

بھابی کا سانس رک رہا ہے۔دوپٹہ پیچھے کر رہا ہوں۔ قاسم نے جواب دیا

کوئی سانس نہیں رک رہا۔مایوں کی دلہن کا چہرہ نہیں دکھاتے ورنہ روپ نہیں آتا۔اسکا انداز بالکل تھانے داروں والا تھا

اچھا جی۔ شہریار نے آگے بڑھ کر گھونگھٹ ہی الٹ دیا۔ساری فضول کی بکواس ہے

او۔مارو کا منہ کھل گیا۔یہ کیا کیا تم نے؟

لیکن وہ سب تو اپنی بھابی کو دیکھ کر سکتے میں آ گئے تھے۔

ارے اتنی چھوٹی سی بھابی۔ عمیر کے منہ سے نکلا۔نازک سی ضوفی انکے اندازوں کے بڑعکس تھی۔وہ تو انجمن ٹائپ خوب توانا سی بھابی کا تصور لے کر آئے تھے مگر یہ گڑیا سی نازک ضوفی ----

یہ بھابی ہماری۔۔۔۔۔ فہد اٹک اٹک کر بولا۔صبا سے تھوڑی ہی بڑی ہوں گی یہ تو۔۔۔

کس سے بڑی؟ قاسم کے کان کھڑے ہوئے مگر اسنے کچھ سنا ہی نہیں

بھابی۔۔۔اپ ہماری بھابی وابی نئ بہن ہوں گی۔۔۔۔ٹھیک؟ عزیر نے کہا

اور میری تو اپی ہوں گی۔۔عاصم بولا

اپی آپ بھی کچھ بولیں نا! قاسم نے کہا تو مارو پھر بول پڑی

مایوں کی دلہن۔۔۔۔مگر موبائل پر بزی شہریار نے انکی بات کاٹ دی

کو بولنا بھی منع ہوتا ہے کیا؟ شہریار کے اس طرح ٹوکنے پر وہ غصے سے گھورنے لگی جب کہ ضوفی اتنی دیر میں پہلی بار مسکرائ

ارے واہ آپ تو ہنستی بھی ہیں۔عمیر کے کہنے پر وہ ہنس پڑی تو شہریار نے کھٹاک سے اسکی تصویر بنالی

آپکے ان کو دکھاؤں گا

دیکھیے مسٹر میں کہ رہی ہوں کہ مایوں کی دلہن۔مارو نے غصے سے بولنا شروع کیا تو شہریار نے ایک دفعہ پھر اسکی بات اچک لی

کیا مایوں کی دلہن مایوں کی دلہن لگی ہوئی ہے۔مایوں کی دلہن نا ہو گئ کوئی خلائی مخلوق ہو گئی۔یہ کیا تو وہ ہو جائے گا وہ ہوا تو یہ ہو جائے گا۔جایں محترمہ یہ ہمارا آپس کا معملا ہے ap کو زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں اب ہم ہیں انکا خیال رکھنے والے کیوں بھابی؟

شہریار نے ضوفی سے پوچھا جب کہ ماروپاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ضوفی نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر پھر چپ ہو گئی

چلو بھی بھابی کے ساتھ گروپ فوٹو بنواتے ہیں شہریار نے کہا تو وہ سب آگے پیچھے سیٹ ہو گیے

صبح تقریباً تین بجے انکی واپسی ہوئی وہ بھی تب جب انھیں لگا کہ ضوفی اب نیند سے بیہوش ہو جائے گی ویسے بھی ماہ رخ دس چکر لگا چکی تھی انھیں نکآلنے کے لیے

ضوفی یادر کھنا ابھی تم نے مھندی بھی لگوانی ہے

ضوفی ابھی ابٹن بھی لگانا ہے

ضوفی یہ بھی کرنا ہے ضوفی وہ بھی کرنا ہے۔وہ ہر بار آتی اور کچھ ناکچھ یاد دلاتی لیکن ضوفی بیچاری ان کے قصے سن کر اپنی ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی بھلا کیاجواب دیتی

اس لڑکی کے تو دانت ہی اندر نہیں ہو رھے۔۔۔ایک یہ اور ایک اسکی نانی ہے۔۔۔اتنا اچھالڑکا مٹھی میں دبائے بیٹھی تھی اسی لیے تو میرے بھائی میں ہزار کیڑے نظر آتے تھے۔۔۔یہ بھی جیسے تیار بیٹھے تھے۔۔۔کیا پتہ لڑکے میں کوئی عیب ہو۔۔مگر یہ اسکے بھائی تو۔۔۔ہائے میری نچھو کا آبھی۔۔۔۔۔شہریار نے نچھو کی والدہ محترمہ کو کسی سے باتیں کرتے سناتو ضوفی سے انکے بارے میں پوچھا

یہ ہماری بڑی مامی ہیں۔۔۔ان کے گھر ہی ہم رہتے ہیں۔۔۔۔۔

خاصی پھاپھا کٹنی ٹائپ چیز ہیں یہ تو۔۔۔۔فہد نے اسے آنکھیں دکھایئں مگر وہ قاسم ہی کیا جو اپنی بات مکمل کیے بغیر چپ کر جائے۔

آنکھیں کیوں دکھا رھے ہیں۔میں نے تو جو محسوس کیا وہی کہ دیا۔الٹا اسنے فہد کو بھی شرمندہ کر دیا۔ضوفی کی پھر ہنسی نکل گئ

مجھے نہیں جانا۔۔فہد منہ پھلا کر بیٹھا ہوا تھا

کیوں؟آفاق نے اسے گھورا

حد کرتے ہو یار میرے بھائی کی شادی ہے وہ بھی پہلی پہلی اور میں ہی موجود نا ہوں۔اس وقت فہد سمیت آفاق شہریار اور عمیر ڈیڈی کے کمرے میں موجود تھے۔ابھی کچھ دیر پہلے ہی فہد کے کولیگ نے اسے کال کر کے بتایا تھا lh انہوں نے جس کورس کے لیے جانا تھا آج شام کو انکی روانگی ہے وہاں لیٹر کافی دن سے آیا پڑا تھا مگر اسے کسی نے انفارم نہیں کیا تھا۔سو اب افرا تفری میں جانا تھا لیکن وہ اب جانا نہیں چاہ رہا تھا

فہد شیر از صاحب نے کہا۔بڑے ہو جاؤ تم۔اتنے بڑے ڈاکٹر ہو مگر حرکتیں۔۔۔۔۔

چلو سامان پیک کرو جلدی سے۔۔انہوں نے حتمی لہجے میں کہا تو وہ منہ بنائے باہر چلا آیا۔باقی بھی سب اسکے پیچھے ہی کمرے سے نکل آے۔

تھری پیس سوٹ پہنے ہوئے آفاق کو ایک بڑے میاں نے چمکیلا بھڑکیلا سہرا پہنایا۔

بس۔عزیر ہنستے ہوئے بولا۔اسی کی کمی رہ گئی تھی۔

قربانی کے بکرے لگ رہے ہو پورے۔شہریار اور عمیر ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسے۔آفاق انھیں سہرے کے اندر سے گھور بھی نہیں سکتا تھا۔

آخر کار بارات روانہ ہوئی۔ڈھول کی تھاپ پر دولہا کے آگے آگے گاؤں کے لڑکے بھنگڑا ڈال رہے تھے۔

یار شرم کرو۔دولہا کے بھائی ہو۔لیکن ہم سے اچھے تو یہ لوگ ہیں۔عزیر نے کہا تو پھر وہ پانچوں بھی بھنگڑا اڈالنے والی ٹولی میں شامل ہو گیے

****

یہاں سے سیدھا انہوں نے واپس گھر جانا تھا ان لوگوں کا سامان تو پہلے ہی فہد لے جا چکا تھا اب ضوفی کا ایک سوٹ کیس تھا جو شہریار نے اپنی گاڑی میں رکھ لیا تھا۔اس کے ساتھ عزیر قاسم اور عاصم تھے جب کہ دوسری گاڑی کو عمیر ڈرائیو کر رہا تھا جس میں ضوفی آفاق اور شیراز صاحب تھے۔

دو گھنٹوں کے بعد جب وہ گھر کے نزدیک پہنچے تو شہریار کو خیال آیا۔

اوہو بھابی کے استقبال کے لیے کچھ تیاری ہی نہیں کی۔

تو یہ پہلے سوچنا تھا ناب کیا ہو سکتا ہے۔ عزیر نے منہ بنایا۔

گاڑیاں پورچ میں رکی شام بھی تقریباً ڈھل چکی تھی قاسم نے آگے بڑھ کر باہر کی لائٹس آن کی تو پورا گھر ایک جھماکے سے روشن ہو گیا۔ اور وہ سب ٹھٹھک کر جہاں تھے وہیں رہ گیے۔

سیڑھیوں سے لے کر مین ڈور تک سرخ گلابوں کی پتیوں کی روش بنی ہوئی تھی اور عین مین ڈور کے سامنے ہلکی گلابی پتیوں سے ویلکم ہوم لکھا ہوا تھا۔

اس خوش گوار سے sarprise پر ڈیڈی اور آفاق نے حیران نظروں سے ان لوگوں کی طرف دیکھا تو وہ خود بھی انھیں حیران نظر آے۔

ویلکم ہوم بھابی۔ وہ حیرت کی وادی سے نکلے تو اکھٹے بولے

ڈیڈی نے آگے بڑھ کر مین ڈور کھولا۔

چلو بیٹا بسماللہ پڑھ کر اندر داخل ہو اور اب یہ تمہارا گھر ہے اور آج کے بعد سے اس گھر کا سارا نظام تمہارے ہاتھ میں ہو گا

ضوفی اور آفاق نے ایک ساتھ قدم اندر دھرے۔ کوریڈور میں بھی گلاب بچھے ہوئے تھے جو لاؤنج تک جا رہے تھے۔ پورے گھر میں گلاب کی بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ لاؤنج

کی دیواروں پر ننھی ننھی ایل ای ڈیز چمک رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پورے لاؤنج میں جگنو گردش کر رہے ہوں۔ اچھا خاصا رومانٹک ماحول بنا ہوا تھا۔

فہد بھائی زند آباد۔ عمیر عزیر ور قاسم بولے۔

عاصم بیٹا بھابھی کو انکے کمرے تک چھوڑ آؤ

بھابی کا کمرہ کون سا۔ وہ پوچھنے لگا تو سب کا دل چاہا کہ وہ اپنا سر پیٹ لیں

آیں بھابی میں آپکو اپکا کمرہ دکھاتا ہوں۔ عزیر نے اپنی خدمات پیش کی

عمیر تم بھابی کا سامان لے کر آؤ۔ وہ تینوں اوپر چلے گیے تو قاسم ور عاصم بھی ان کے پیچھے لپکے ۔اب لاؤنج میں صرف شیر از صاحب ور آفاق ہی رہ گیے تھے۔

بیٹا مجھے لگتا ہے تم نے میرا فیصلہ مان تو لیا ہے مگر اس پر خوش نہیں ہو۔

نہیں ڈیڈی ایسی کوئی بات نہیں بس میں تھوڑا سا تھک گیا ہوں۔ ور ویسے بھی میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے تھوڑا ٹائم چاہیے ہو گا آہستہ آہستہ ایڈ جسٹ ہو جاؤں گا۔

لیکن بیٹا۔ دیکھ لینا اس بن ماں باپ کی بچی کا انتظار زیادہ لمبا نا کر دینا

جی! اسنے بس یھ کہا ور وہ کہ بھی کیا سکتا تھا۔

مجھے نہیں معلوم کہ مجھے کتنا وقت درکار ہو گا کہ میں اپنے دل کو اپنے لیے راضی کر سکوں ۔۔۔ آپ میری ممی ور ڈیڈی کی پسند ہیں مگر مجھ اس بارے میں کچھ دن پہلے ہی معلوم ہوا تھا ۔۔۔۔۔سو۔۔۔ میں ابھی تک ذہنی طور پر تمام حالات قبول نہیں کر پارہا۔۔ گو۔۔ میں نے کبھی اس بارے میں سوچا بھی نہیں تھا نا ہی کوئی میرا آئیڈیل تھا مگر۔۔۔ اگر آئیڈیل ہوتا بھی تو وہ کم از کم آپ نا ہوتی۔۔۔ امید ہے آپ میری باتوں کا برا نہیں مانیں گی ور مجھے کچھ وقت دیں گی۔ اتنی لمبی تقریر کر کے وہ اسکا جواب سننے کے لیے رکا تک نہیں تھا۔

وہ گم صم سی اس بند دروازے کو گھور رہی تھی جس کے پیچھے وہ غائب ہوا تھا

ایک ور امتحان؟

اسکی سہیلیاں اسکی قسمت پر رشک کرتی تھی کہ وہ بیاہ کر اتنے بڑے گھر میں جائے گی ور اسی امید پر وہ دونوں ممانیوں کے ستم برداشت کرتی رہی کہ ایک دن تو اسے یہاں سے چلے ہی جانا ہے حلانکہ بڑی ممانی کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ وہ اس کی ہر امید ور آس پر پانی پھیر دیں

ہنہ !اتنے عرصے بعد کیسے یاد ہو گا؟ تم بس انتظار ہی کرتی رہنا ور وہ وہاں بیاہ رچا کے بیٹھا ہوا ہو گا چہ چہ چہ

۔۔۔اسکا دماغ تھوڑی خراب ہو گا کہ شہر میں رہتے ہوئے گاؤں کی لڑکی کو بیاھنے آئے۔۔۔

۔

لیکن اسے یقین تھا کہ وہ آئے گا ور نانی بھی تو اسے امید دلاتی تھی۔ور اسی امید پر اسنے اپنی پڑھائی جاری رکھی چاہے پرائیویٹ ہی سہی

تا کہ جب وہ اسے لینے آئے تو وہ اسکے لیے کسی بھی طرح سے شرمندگی کا باعث نا بنے۔جتنے بھی دن اسنے وہاں گزارے اچھے دنوں کی آس میں گزارے۔۔کبھی کبھی تو ماہ رخ مامی کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کر دیتی۔۔۔وہ ایسی ہی تھی اپنا حق چھین کر لینے والی نڈر ور بے خوف مگر ضوفی اس جیسی کبھی نہیں بن سکی تھی جب اسکے سارے دیور اسکے پاس آئے تھے مامی کے گھر تو اسے ذرا بھی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی تھی اسے لگا تھا جیسے اتنے عرصے بعد وہ اپنوں کے درمیان آگئی ہو۔۔۔۔مگر۔۔۔ابھی ابھی۔۔۔۔جو آفاق کہہ کر گیا تھا۔۔۔

جہاں اتنا صبر کیا اتنا برداشت کیا وہاں کچھ دن اور سہی

اور مجھے تو ویسے بھی ایک نام اور چھت کی تلاش تھی وہ تو مل ہی گیا۔۔۔میرے لیے اتنا بھی کافی ہے۔۔اسنے سوچا۔۔۔

شہریار سوئی جاگی کیفیت میں سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ فہد تو اب دو ماہ کے لیے بیرون ملک چلا گیا تھا جب کہ آفاق صاحب آج پہلے پہلے دن کے دولہا تھے سو آج سب کے لیے ناشتہ بنانا اسکی ذمہ داری تھی۔

کیا مصیبت ہے یار۔ وہ سخت جھنجھلایا ہوا تھا۔ میرا خیال ہے چائے چڑھا کر بازار سے ہی سب کچھ لے آؤں۔ اسنے بمشکل اپنی جمائی روکی اور دل ہی دل میں پلان بناتا ہوا وہ کچن کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ایک نسوانی ہنسی نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا

یہ میرے کان بجے ہیں یہ واقعی کوئی ہنسی تھی؟ اسنے اپنے کانوں میں انگلی چلی نیند آنکھوں سے غائب ہو چکی تھی

اوہو تم پریشان کیوں ہوتی ہو۔ تمہیں پتہ ہے نا بس میں جس کام کے لیے ٹھان لوں وہ کر کے رہتی ہوں ماں نے میرا کیا بگاڑ لینا تھا نانو بھی میرے ساتھ تھی۔ اسی لیے بتول خالہ کو ساتھ لے آئی میں۔ یہ آواز اسے سنی ہوئی لگی اور وہ تیزی سے کچن کی طرف آیا مگر پھر دروازے میں ہی رک گیا۔ کچن میں شیراز صاحب صوفی ماہ رخ اور کوئی خالہ ٹائپ خاتون تھی۔ ماہ رخ مختلف باکس کھول کھول کر رکھ رہی تھی

بیٹا تم نے خوامخواہ زحمت کی۔۔۔ شیراز صاحب بولے

آپ بھی کمال کرتے ہیں انکل۔اس میں زحمت کی کیا بات ہے یہ تو رواج ہوتا ہے کیا ہوا جو ہمارے والدین نہیں ہیں مگر ہم دونوں بہنیں خود ہی کافی ہیں اپنے لیے اپنا خیال رکھنے کے لیے۔۔ آخر میں اسکی آواز میں تھوڑی نمی کی آمیزش تھی مگر اسے اپنے تاثرات پر مکمل کنٹرول تھا

اچھا پلیز اب اپنے شہزادوں کی فوج کو جگائیں ورنہ ناشتہ ٹھنڈا ہو جائے گا اتنی محنت کی ہے میں نے۔۔۔

احساں جتانا نہیں بھولتی محترمہ۔شہریار نے سوچا

اتنے میں شیراز صاحب کی نظر اس پر پڑ گئی۔

شہریار ذرا جلدی سے سب کو ڈائننگ ٹیبل پڑ حاضر کرو۔

جی اچھا کہ کر وہ وہاں سے بھگا۔۔۔ پھر سب نے مل کر اکھٹے ناشتہ کیا سب نے ہی تعریف کی مگر۔۔۔۔۔

مجھے لگ رہا ہے میں زندگی میں پہلی دفعہ کھانا کھا رہا ہوں۔عمیر نے ندیدے پن کی انتہا کر دی

ضوفی اور ماہ رخ نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔۔۔۔۔

سچی بھابی اتنا مزیدار اور گھر کا بنا ہوا کھانا۔۔۔۔۔

تو وہ جو بوا جی بناتی۔ تھی شہر یار نے جل کر کہا

بھائی میرے میں نے مزیدار بھی کہا ہے بوا جو بناتی تھی وہ بس گزارے لائق ہی ہوتا تھا۔

واقعی بیٹا ہر چیز بہت اعلی بنی ہوئی ہے۔ شیر از صاحب نے بھی تعریف کی۔

آفاق بھائی کو شاید پسند نہیں آیا اس لیے کب سے چپ بیٹھے ہیں۔ ضوفی نے حیرت سے اسے دیکھا مگر وہ شروع سے ایسی ہی تھی

نہیں نہیں۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ سب کچھ بہت اچھا ہے۔۔۔ آفاق کو بھی ماہ رخ سے یہ امید نہیں تھی لہذا پہلے تھوڑا حیران ہوا پھر مسکرا کر بولا

تو پھر میرا انعام۔۔ آفاق سمیت سب کے منہ کھل گیے جب کہ ضوفی ماہ رخ کے اتاؤلے پن پر سر جھکا کر بیٹھی رہی

آں ہاں! آفاق نے ایک لمحے کے لیے سوچا پھر والٹ میں سے گنے بغیر کئی نوٹ ماہ رخ کی ہتھیلی پر رکھ دئے

توبہ ہے آفاق بھائی آپ کیا ہر کسی کو ایسے ہی گنے بغیر ہی نوٹ تھما دیتے ہیں۔ اسنے ایک ہزار کا نوٹ رکھ کر باقی واپس کر دئے

ناشتے کے بعد ضوفی اور ماہ رخ نے برتن سمیٹنا شروع کیے

ارے رے۔۔ یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔ شیر از صاحب نے بوکھلا کر کہا

بھابی آپ لوگ چھوڑیں۔ہم کر لیں گے۔۔۔عزیر نے کہا۔آپ لوگ لاؤنج میں جا کر بیٹھیں

انکل اب دو لڑکیوں کے ہوتے ہوئے اچھا نہیں lgt آنا کہ یہ لوگ کام کریں۔۔اسنے ایک جتاتی ہوئی نظر شہر یار پر ڈالی جو نہایت پر سکوں انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔۔

سارا سامان وہ اب ٹرے میں منتقل کر چکی تھی سو کچن کی رہ لی۔

عاصم بھی انکے پیچھے کچن میں چلا گیا۔مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا۔شیر از صاحب اور آفاق اٹھ کر چلے گیے تو عمیر خواب کی سی کیفیت میں بولا

کس بات کا؟شہر یار نے پوچھا

کہ دو عدد خواتین ہمارے گھر میں گھوم رہی ہیں۔۔ہمارے گھر میں بھی خواتین آچکی ہیں

بیٹا جی دو عدد نہیں ایک عدد۔عزیر نے اسکی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا

ایک آفیشلی ہیں اور ایک ان آفیشلی۔قاسم بولا

تو دوسری کو بھی آفیشلی لے آتے ہیں نا۔عمیر بولا تو عزیر اور قاسم کے درمیان معنی خیز نظروں کا تبادلہ ہوا

آہم آہم عمیر میاں سب خیریت تو ہے نا؟عزیر نے بڑے بزرگوں کی طرح اسکے سر پر ہاتھ پھیرا تو عمیر جیسے نیند سے جگا۔۔۔

ہاں بالکل خیریت ہی ہے۔۔ تم زیادہ میرے بڑے ابّا بننے کی کوشش ناکرو۔یہ کہ کر عمیر بھی کچن میں چلا گیاتو شہریار کی الجھی ہوئی نظروں نے دور تک اسکا پچھا کیا

ارے آپ؟ آپ اتنے دنوں سے کہاں غائب تھے؟عزیر کافی دنوں بعد یونیورسٹی آیا تھا کہ راستے میں اسے وہ مل گئ

جی بس ایکچولی میرے بگ برو کی شادی تھی تو۔۔ آپ سنایں آپکی چوٹ کیسی ہے؟اسے دیکھ کر عزیر کی آنکھوں میں چمک آگئ تھی۔

اللہ کا شکر ہے بالکل ٹھیک ہوں۔میں آپکو اسی لیے ڈھونڈ رہی تھی کہ اپکا شکریہ ادا کر سکوں۔سپ نے اس دن میری اتنی ہیلپ کی تھی

تو پھر کریں ناشکریہ ادا۔عزیر نے دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ حیران ہو کر پوچھنے لگی۔

مطلب کیسے شکریہ ادا کروں؟وہ تھوڑی پریشان ہو گئ

جیسے اپکا دل چاہے۔۔۔ویسے ایک کپ کافی سے بھی شکریہ ادا ہو سکتا ہے۔۔عزیر نے اسکی پریشانی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے

اوہ اسکے سر سے جیسے بوجھ اترا تھا اچھا مگر اسکے لیے آپکو میرے گھر آنا ہو گا میں ابھی گھر ہی جا رہی ہوں۔ میری امی بھی اپکا شکریہ ادا کریں گی۔ اتنے میں اسکا سیل بجنے لگا

ہاں ہیلو عائزہ بولو۔ نہیں۔ میں تو فری ہو چکی ہوں۔۔ اب گھر جا رہی ہوں۔ کم آن یار۔۔۔ کیوں لڑتی ہو اس سے اتنا۔ اسنے کنکھیوں سے عزیر کی طرف دیکھا جو تھوڑا پرے ہو کر جوتے کی ٹوہ سے زمین کرید رہا تھا۔

ہاں ہاں پتہ ہے وہ بھی کم نہیں۔۔۔ ٹو تم کونسا کم ہو۔۔۔۔۔ ہر وقت اسکے پیچھے پڑی رہتی ہو اوکے بائے۔۔۔۔ سیل اسنے بیگ میں ڈالا اور دوبارہ عزیر کی طرف متوجہ ہوئی

میری سسٹر کا فون تھا۔۔ آپکے ہی ڈیپارٹمنٹ کی ہے۔۔۔ اب چلیں؟

چلیں۔۔۔ عزیر کو بھلا اسکی بہن میں کیا دلچسپی ہو سکتی تھی

محترمہ ماہ رخ بی بی آپکو اپنے گھر مے سکون نہیں ملتا کہ آپ ہر دو دن بعد یہاں نازل ہو جاتی ہیں ہماری بھابی کو ورغلانے کے لیے۔

عمیر سلیب پڑ چڑھا سیب کہا رہا تھا۔ تقریباً ہر ویک اینڈ پر ماہ رخ شام کو ضوفی کی طرف آجاتی تھی

مسٹر عمیر وڑائچ جب قپ نے اپنے ذاتی پیسوں سے گھر بنالیاآناتب آپ پڑ یہ طعنہ دیناسوٹ بھی کرے گافلحال یہ میری پھوپھی کا گھر ہے۔مائنڈ اٹ۔۔۔۔

اسکے جواب نے جہاں عمیر کی بولتی بند کی وہیں قاسم اور ضوفی کو ہنسنے پڑ مجبور کر دیا

اور اندر آتے ہوئے شہریار نے حیرت سے پڑ اعتماد سی ماہ رخ عرف مارو کو دیکھا

عمیر صاحب کوئی بہت بستی نہیں ہو گئی۔۔ قاسم نے ہنستے ہوئے کہاتو عمیر منہ بنا کر سلیب سے اتر آیا

دیکھ لوں گا تمہیں غدار۔۔۔۔ اسنے قاسم کو آنکھیں دکھایں اور باہر جانے لگا مگر ماہ رخ نے فورن آواز دے کر روک لیا

اوہیلو اب جا کہاں رھے ہو یہ سلاد تم نے بنانا ہے۔ماہ رخ نے ایک ٹرے اسکے سامنے کی تو وہ منہ بنا کر کچن ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کے بیٹھ گیا

پورے دو ماہ بعد فہد واپس آرہا تھاوہ پہلی دفعہ اتنی دور اور اتنے سارے دنوں کے لیے گیا تھا سو سب ہی اسکے پڑ جوش استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ضوفی اسکا کمرہ ٹھیک کر کے بجب کچن میں آئ تو سب بھائی بمع آفاق کے کچن میں مصروف تھے اور سارا کچن الٹ پلٹ ہو رہا تھا

یہ کیاہو رہاہے؟ اسنے چیخ کر پوچھا کیوں کہ ان لوگوں نے اتناہنگامہ مچایاہوا تھا کہ اگر وہ آرام سے کہتی تو انکو بمشکل سنتا۔ اسکی چیخ کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا وہ سب جہاں تھے اپنی اپنی جگہ ساکت ہو گیے۔

یہ کیاہنگامہ ہو رہاہے؟ اب کے آواز مے ذرا سختی تھی۔ اسنے خود اپنے تاثرات کو بھی سخت کیا۔ وہ سب پلٹ کر اسے دیکھ رہے تھے۔ ضوفی نے غصے سے سبکو گھورنا چاہامگر اگلے ہی لمحے سٹپٹا گئی۔

جب کچن کی چھت ان سب بھائیوں کے جناتی قہقہوں سے اڑنے والی ہو گئی۔

ہر کوئی اپنے اپنے سٹائل میں ہنس رہا تھا کوئی منہ پڑ ہاتھ رکھ کر۔۔۔ کوئی پیٹ پڑ اور کوئی صرف دانت نکال کر

توبہ بھابی۔۔۔ اپ غصہ بھی کرتی ہیں؟ عمیر نے کہا

لیکن بھابی غصہ کرنے سے پہلے ذرا اپنے آپ کو اور پھر ہمیں بھی دیکھ لیں۔ شہریار کی ہنسی ابھی بھی نہیں رک رہی تھی۔

لیکن اثر ہوا تھانا بھابی کے غصے کا۔۔۔ سب کو کیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ عزیر بولا

بھابی کی ایک للکار نے سبکو پتھر کا بنا دیا تھا آفاق بھائی سمیت۔۔۔۔ قاسم نے بھی بولنا فرض سمجھا

یہ تو ہے۔۔۔۔شہریار نے تائید کی

اسنے دیکھا آفاق بھی اپنی مسکراہٹ دبانے کے چکروں میں تھا

چلو پتھر میں جونک تو لگی۔اسنے سوچا

بائی داوے کوئی مجھے یہ بتانا پسند کرے گا کہ آج کچن پر یہ ظلم کیوں ہورہا ہے؟

ہم فہد بھائی کے ویلکم کی تیاری کررھے ہیں۔ قاسم نے جواب دیا

مطلب؟اسے سمجھ نا آیا یہ کس قسم کا ویلکم ہے؟

مطلب ہم انکی فیورٹ dishes بنارھے ہیں۔عاصم نے بتایا

آپ مجھے بتاتے میں بنادیتی۔

لیکن انکو تو ہمارے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں پسند ہیں نا۔۔۔۔عزیر بتا کر چیزیں گنوانے لگا

ہوں!تو کیا ریڈی ہو چکا ہے سب؟اسنے پوچھا

آپ ٹیسٹ کریں گی؟

جیسے جیسے وہ چکھتی گئی اسکے منہ کے زاویے بگڑتے گیے اور آفاق کا بنایا ہوا قورمہ چکھتے ہوئے شاید مرچیں اسکے گلے میں پھنس گئی۔۔۔۔وہ کھانسی تو سب کو خوامخواہ کی کھانسی شروع ہو گئی۔۔۔۔۔اسنے دوبارہ آفاق کی طرف دیکھا ہی نہیں۔۔۔۔۔۔

قسم سے بھابی آج مجھے اپنا گھر گھر لگا ہے۔وہ سب فہد سمیت لاونج میں بیٹھے تھے فہد کو خاصا وی آئی پی protocol دیا جارہا تھا۔

بھابی دیکھ لیں موصوف کو ایئرپورٹ پر سلام دعا سے پہلے اسنے اپکا پوچھا ہے۔عمیر نے کہا تو ضوفی مسکرا دی

یار دوماہ ہوگیے tm لوگوں نے بھابی کو بولنا نہیں سکھایا۔فہد نے پوچھا

یا جو بولنا آتا تھا وہ بھی بھول چکی ہیں۔۔وہ جب سے آیا تھا ضوفی نے ایک آدھ بات ہی کی تھی بس مسکرانے پر اکتفا کر رہی تھی

گ نہیں۔تمہیں کیا معلوم بھابی کو بولنا بھی آگیا ہے اور غصہ کرنا بھی۔عزیر نے دن والی بات کا حوالہ دیا toh وہ سب ہنس پڑے۔

میں کھانا لگاتی ہوں۔کہہ کر ضوفی نے اپنی جان بچائی ورنہ اسکی اور کٹ لگ جاتی

ان سب کے بنائے ہوئے کھانوں کے علاوہ میز پر تین چار اور ڈشز کا اضافہ ہو چکا تھا۔چکن کراہی کباب پلاؤ رائیتہ اور ساتھ رس ملائی۔

وہ سب بار بار اپنی بنائی ڈشیں آگے کرتے مگر فہد نے صرف وہی تین چار چیزیں لی جو بعد میں بنائی گئی تھی۔وہ ہر چیز کی تعریف کر رہا تھا

ویسے بڑے ہی طوطا چشم ہو یار۔شہریار نے اسے مصنوعی غصے سے گھورا

کیوں بھائی میں نے کیا کیا ہے؟ فہد بیچارے کو اپنا قصور تک معلوم نا تھا

ہم نے اتنی محنت سے تمہارے لیے یہ سب بنایا اور تم نے چکھا تک نہیں اور بھابی کی بنائی ہوئی چیزوں کی بڑھ بڑھ کر تعریف کر رہے ہو

فہد بھائی دس از ناٹ فیئر۔ قاسم نے بھی منہ بنایا

تو بھائی مجھے کیا پتہ تھا کہ تم لوگوں نے کیا بنایا ہے میں تو فلحال صورت ہی دیکھ رہا تھا مگر یہاں تو سیرت بھی اچھی نکلی۔ اسکے ایک ہی جملے نے انکی کارکردگی واضح کر دی تو ان سب کو نا چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی

واپس انے سے اگلے دن ہی فہد نے فورن صبا کی خبر لینے کی کی۔ کیوں کہ جاتے ہوئے ایسی افرا تفری میں گیا تھا کہ اسے صبا کو بتانا تک یاد نہیں رہا تھا۔ وہاں بھی کافی بار اسے صبا کا خیال آیا مگر بس خیال انے کے سوا کچھ ہو بھی نہی سکتا تھا کیوں کہ اسکے راز میں کوئی شریک نہیں تھا سو اب وہ پوری رفتار سے گاrڑی بھگاے چلا جا رہا تھا لیکن ہوسٹل پہنچ کر اسکے پیروں کے تلے سے زمین نکل گئی۔

ہوسٹل سیل ہو چکا تھا نجانے اسکے پیچھے کیا ہوا کہ ہوسٹل ہی بند کرنا پڑا اور ہوسٹل میں رہنے والی لڑکیوں کے بارے میں کوئی اتا پتہ نہیں تھا کہ وہ کہاں گئی کوئی کہتا تھا ہوسٹل کی مالکہ

کرپٹ عورت تھی کوئی ہوسٹل کی لڑکیوں کو کرپٹ کہ رہا تھا مگر اسے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا اسے صبا کی فکر تھی۔وہ کہاں گئی ہو گی۔

اسے لگا جیسے وہ اندھیرے میں کھڑا ہے جس سے نا آگے کا کچھ پتہ ہے نا پیچھے کا

آخر وہ کہاں جا سکتی ہے؟اسنے سوچا

نا تو اسکا کوئی رشتہ دار ہے نا کوئی اور۔۔۔پھر کہاں گئی ہو گی وہ۔۔۔جیسے جیسے وہ اسکے بارے میں سوچتا جارہا تھا اسکی پریشانی میں اضافہ ہی ہوتا جارہا تھا

دنیا آگے جا چکی ہے اور میں بیوقوف ہی رہا۔یہ نا ہوا کہ اسے ایک موبائل ہی لے دیتا کم از کم رابطے کی کوئی رہ تو رہتی۔اسے رہ رہ کر خود پر غصہ آرہا تھا۔پھر اسنے شہر کے تمام دارلامان چیک کرنے کی سوچی

اور جا بھی کہاں سکتی ہے۔ڈرائیو کرتے ہوئے وہ بار بار اپنی پیشانی کو مسلتے ہوئے سڑک کے اطراف میں بھی نظریں دوڑا رہا تھا جیسے دو مہینے صبا اسکا انتظار روڈ پر ہی تو بیٹھی کر رہی تھی۔

بھابی آپکی وہ تیس مار خانم بہن صاحبہ نہیں آئی کافی روز سے۔شہریار نے نا چاہتے ہوئے بھی نوٹس لیا اسکی غیر موجودگی کا۔ضوفی اسی وقت چاے کی ٹرالی لیے اندر داخل ہوئی تھی۔لاونج میں شہریار فہد اور عمیر کوئی پرانا میچ دیکھ رھے تھے۔

محترمہ کی ناک خاصی اونچی ہے۔اس دن والی بات کافی سیر یس لے لی ہے سو اب با قاعدہ دعوت پر ہی ہیں گی۔ضوفی کے بولنے سے پہلے ہی عمیر بول پڑا تو ضوفی ہنس پڑی

کمال ہے عمیر۔۔۔تم اتنی جلدی اسکی طبیعت سے واقف ہو گیے۔وہ بولی

بس بھابی ہم تو اڑتی چڑیا کے پر بھی گن لیتے ہیں پھر یہ ماہ رخ بی بی کیا چیز ہیں۔عمیر نے ہنستے ہوئے کہا تو شہریار اسے ناگواری سے گھورتے ہوئے اٹھ کر باہر چلا گیا

ہاں مگر ایک چڑیا ایسی ہے کہ ہر وقت چونچیں مارتی رہتی ہے۔پروں پر پانی نہیں پڑنے دیتی ۔عمیر نے منہ بنایا

ہر اسنے راز داری والے انداز میں کہا تو ضوفی نے حیران اور مصنوعی طعنے والی نظروں سے اسے گھورا

آہم آہم کیا تم واقعی سیر یس ہو؟

میں تو ہوں بھابی مگر وہ خونخوار جنگلی بلی ہر وقت پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑی رہتی ہے جہاں دیکھتی ہے قسم سے بھابی کوئی نا کوئی ایسی حرکت ضرور کرتی ہے کہ دل جل کر خاک ہو جتا ہے

عمیر نے بچارگی سے کہا تو ضوفی اسکے انداز پر ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئی

لیکن مینے بھی سوچ لیا ہے۔وہ سنجیدہ ہو کر بولا

کیا؟

یہی تجھ کو اپنانا بنایا تو میرا نام نہیں۔ اسنے یک دم پینترا بدلا اور گنگناتے ہوئے بولا

یہ تم اسکے سامنے کہتے تو زیادہ بہتر تھا۔

کیا بات کرتی ہیں بھابی۔ اس بندی نے پوری یونیورسٹی کے سامنے بلا تکلف میری پٹائی شروع کردینی تھی

تو پھر کیا پروگرام ہے دیور جی ؟ ڈیڈی سے بات کروں ؟

پھر میں اس چڑیا کو شیشے میں اتار لوں پھر آپ ڈیڈی سے بھی بات کر لیجیے گا۔ ورنہ تو اسنے مجھے گھر سے ہی اٹھا کر پھینک دینا ہے۔

وو باہر چلا گیا تو ضوفی نے چائے کے برتن سمیٹنا شروع کر دئے۔ شہریار کی چائے آدھی پڑی ہوئی تھی جب کہ فہد کی ابھی تک ویسی ہی رکھی ہوئی تھی۔

تین ماہ ہو گیے تھے اسے صبا کو تلاش کرتے ہوئے مگر اسکا نام و نشان نہیں مل رہا تھا۔ تھک ہار کر اسنے تمام اسپتالوں سی انفارمیشن حاصل کی مگر ناکمی ہی رہی

اسے رہ رہ کر اپنی ہی غلطیاں یاد آتی کہ کم از کم اسے صبا سے اس سکول کا تو پوچھنا چاہیے تھا جہاں وہ جاب کرتی تھی۔ لیکن اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا تھا

مجھ سے ملتی ہے ایک لڑکی روزانہ

وہ میری دیوانی میں اسکا دیوانہ

سلاد بناتے ہوئے عزیر بڑے مگن انداز میں گا رہا تھا جب عاصم نے کھنکھار کر ضوفی کو اس طرف متوجہ کیا

مسٹر عزیر کیا آپ اس دیوانی کا حدود اربع بتا سکتے ہیں تا کہ دو دیوانوں کو پاگل خانے بھیجنے کا بندوبست کر سکیں

ابھی ملاقاتوں کی شروعات ہوئی ہے

آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ بات ہوئی ہے

وہ مزے سے بولا

آہم آہم۔عاصم نے آنکھیں مٹکائیں اور ضوفی نے عزیر کے کان پکڑ لیے

سیدھے سیدھے بتاؤ۔۔کیا چکر ہے؟

اچھا اچھا بتاتا ہوں۔وہ یونیورسٹی کی ہی لڑکی ہے کسی اور ڈیپارٹمنٹ کی۔بہت اچھی ہے۔

ہوں۔پھر تم کیا چاہتے ہو؟ضوفی نے بھی سنجیدگی سے پوچھا

بس آپ ڈیڈی کے کان میں بات ڈال دیں کوئی مناسب وقت دیکھ کر۔۔تا کہ کم از کم انکے علم میں ہو یہ بات۔۔پھر جیسے وہ مناسب سمجھیں

اسکے سیل پر بیل ہوئی تو وہ باہر بھاگا

ضوفی سمجھ گئی کس کی کال ہوگی

اسکے مسکراتے لب سمٹ گیے ہر کسی کو خوش رکھنے والی ضوفشاں آفاق کی اپنی زندگی حقیقی خوشی سے ناآشنا تھی۔۔وہ جس شخص کے حوالے سے اس گھر میں رہ رہی تھی اسے ہی اسکی کوئی پرواہ نہیں تھی۔وہ اسے مخاطب تک نہیں کرتا تھا نجانے وہ پہلے سے ایسا تھا یا شادی کے بعد ایسا ہو گیا تھا۔۔حالانکہ جب وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ہوتا تھا تو اسکے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔۔۔مگر۔۔۔۔۔

اسکی آنکھوں میں آنسو آگے تھے مگر وہ انھیں بہنے نہیں دینا چاہتی تھی۔۔۔ماہ رخ نے بھی تو کئی دفعہ آفاق کے روایہ کے بارے میں پوچھا تھا اور وہ یہ کہ کر ٹال گئی تھی کے وہ ہیں ہی ایسے۔۔۔مگر خود کو کیا کہ کر بہلاتی

کچن کی طرف آتا آفاق دروازے میں ہی رک گیا تھا۔اس نے کبھی اس لڑکی کے چہرے پر تھکن دکھ یا شکوہ نہیں دیکھا تھا مگر آج۔۔۔تھوڑی دیر بعد جب اسنے آنکھیں صاف کی تو وہ سر جھٹک کر واپس چلا گیا

لاونج میں ایک ہنگامہ برپا تھا۔ آج چھٹی کے دن سب گھر پر ہی تھے۔ضوفی اور شیراز صاحب پچھلے لان میں اچار کے مرتبانوں کے ساتھ مصروف تھے۔ آفاق لاونج میں ہی لیپ ٹاپ کھو لے کسی کام میں مصروف تھا۔ فہد بظاہر ٹی وی دیکھ رہا تھا مگر اسکی سوچ کا تائر کسی اور جگہ محو پرواز تھا جب کہ شہریار عمیر عزیر اور قاسم لاونج میں ہی کیرم کھیل رہے تھے اور عاصم سپپورٹر کا کام سرانجام دے رہا تھا لاوٴنج میں میوزک بھی بج رہا تھا۔

مین ڈور ایک دھماکے سے کھلا اور ماہ رخ روتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

ماہ رخ کیا ہوا ہے؟ عمیر جلدی سے آگے بڑھا مگر وہ روتی رہی اسکے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ کافی دیر سے روتی h رہی ے

فہد آفاق اور باقی سب بھی اسے اس طرح روتے دیکھ کر پریشان ہو گیے عاصم بھاگ کر شیراز صاحب اور ضوفی کو بلا لایا۔ضوفی کے گلے لگ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی

ماہ رخ بیٹا کیا ہوا ہے کچھ بتاوٴ تو سہی۔شیراز صاحب نے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا باقی سب بھی پریشان صورت لیے اسکے گرد جمع تھے

وہ ممانی نے میرا نکاح۔۔۔۔۔اپنے بھائی کے ساتھ طے کر دیا ہے۔ آج شام کو نکاح ہے کل جب میں گھر گئی تو انہوں نے زبردستی مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا اور کہا کہ اگر میں

نے انکار کیا تو۔۔۔میں بہت مشکل سے وہاں سے بھاگی ہوں۔۔۔۔اسنے روتے روتے بتایا اور اب جاکر انھیں نظر آیا کہ اسکے چہرے اور بازو پر نیل پڑے ہوئے تھے۔

تو تم وہاں شادی نہیں کرنا چاہتی؟ شیراز صاحب نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا

تو کیا تم کسی اور کو۔۔۔۔۔انہوں نے بات خود ادھوری چھوڑ دی۔۔۔۔اور انکی اس bat پر شہریار کے اعصاب تن گیے اور نظریں بار بار عمیر اور ماہ رخ پر پڑنے لگی

ڈیڈی ایسی کوئی بات نہیں جواب ضوفی نے دیا۔مامی کے بڑے بھائی نیم پاگل ہیں اور وہ امی کے حصے کی جائیداد حاصل کرنے کے لیے یہ سب کر رہی ہیں۔اسنے نم لہجے میں ساری بات بتادی۔تو شیراز صاحب سوچنے لگے

تو اب تو تمھیں یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے بیٹا تم اپنے آپ کو محفوظ سمجھو۔تھوڑی دیر بعد وہ بولے

مگر انکل وہ مامی کے بھائی اور بیٹے ان کے آدمی مجھے ڈھونڈ رھے ہوں گے۔ماہ رخ نے ڈرتے ہوئے کہا شہریار کو یوں روتی سہمی سی ماہ رخ بہت عجیب لگ رہی تھی اول تو انکی جرات نہیں ہو گی انے کی کہ وہ یہاں آییں۔اگر آ بھی گیے تو زندہ سلامت اپنے قدموں پر واپس نہیں جا سکیں گے۔عمیر غصے سے بولا

ضوفی بیٹا تم ماہ رخ کو اپنے کمرے میں لے جاؤ یہ تھکی ہوئی ہے اور فہد تم ذرا اسکے زخم وغیرہ دیکھو کوئی دوا وغیرہ دے دو اسے۔شیراز صاحب نے کہا تو وہ تینوں ضوفی کے کمرے کی طرف چلے گیے

لاؤنج میں خاموشی چھا گئی

دس منٹ بعد فہد بھی آکر انکے ساتھ بیٹھ گیا

ڈیڈی اگر آپ اجازت دیں تو ہم ابھی ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ انکی ہمت کیسے ہوئی ماہ رخ اپی کو۔۔۔۔۔۔۔۔قاسم جوشلے انداز میں بولا

دیکھو بیٹا اس طرح جوش میں آنا مسلے کا حل نہیں ہے۔اس بچی کو مکمل تحفظ چاہیے اور اسکا ایک ہی حل ہے۔انہوں نے کہا تو سب سوالیہ نظروں سے انکی طرف دیکھنے لگے

اور اس پر فوری عمل در آمد بھی کرنا ہو گا تا کہ وہ لوگ کوئی فساد نا اٹھا سکیں۔انکی نظریں شہریار پر تھی

مگر وہ حل کیا ہے۔فہد نے پوچھا

اگر شہریار اس سے نکاح کر لے تو۔۔۔شہریار کو لگا جیسے اس سے سننے میں غلطی ہوئی ہو مم میں؟وہ اچھل ہی تو پڑا

ہاں تم مگر فوری طور پر۔انکی نظریں اسکے چہرے کو جیسے کھوج رہی تھی

لیکن ڈیڈی وہ۔۔۔۔میں کیسے ؟وہ جھجھک رہا تھا

ٹھیک ہے۔انہوں نے اسکی بات کاٹ دی

فہد تم کرلو کیوں کہ اس بچی کو ہم صرف اسی طرح بچا سکتے ہیں۔فہد کے صوفہ کے نیچے جیسے بم پھٹا تھا

مم۔۔۔۔لیکن میں کیسے کر سکتا ہوں؟وہ کھڑا ہو گیا تھا

کیوں تم نے شادی نہیں کرنی کیا؟

وہ تو میں کر چکا ہوں۔وہ جلدی میں بول گیا اور سب اچھل ہی پڑے تھے اور فہد کو ایسے دیکھ رھے تھے جیسے اس کے سر پر سینگ نکل آے ہوں۔

کیا مطلب؟شیر از صاحب کو کم از کم فہد سے ایسی امید نہیں تھی

وہ۔۔۔۔ڈیڈی۔۔۔۔۔۔۔وہ آہستہ آہستہ ساری بات بتاتا گیا اور شیر از صاحب ابھی والا مسلہ بھول کر اسکے پیچھے پر گیے۔

تم نے مجھے بتانا تک گوارا نہیں کیا۔پوچھنا تو دور کی بات۔۔۔۔۔وہ شدید غصے میں آچکے تھے

وہ۔۔۔۔۔مجھے خدشہ تھا کہ آپ میرے اس اقدام سے ناراض ہوں گے۔۔۔۔۔فہد کے لیے بولنا محال ہو رہا تھا وہ مجرموں کی طرح سر جھکاے کھڑا تھا۔

تو کیا اب میں بہت خوش ہو رہا ہوں؟ حد ہو گئی فہد تمہیں ذرا بھی میری طبیعت میری فطرت کا اندازہ نہیں۔ کیا میں تمہیں نیکی کے کام سے روکتا۔ اگر تم مجھے بتاتے تو میں خود تمہاری شادی کرواتا تمہیں یوں چوروں کی طرح اپنی بیوی کو نا رکھنا پڑتا۔۔ شیراز صاحب نے تاسف سے کہا تو فہد کا دل چاہا کہ وہ چلو بھر پانی میں ڈوب مرے

بحر حال اب جو ہونا تھا ہو گیا تم جاؤ اور بہو کو لے کر آؤ جلدی۔۔۔ اب یہ صورت حال فہد کے لیے اور بھی خراب ہو گئی

وہ۔۔۔وہ۔۔۔۔۔۔ فہد ہکلانے لگا

کیا وہ وہ لگا رکھی ہے؟ غضب خدا کا چودھری شیراز وڑائچ کی بہو اور ہوسٹل میں؟ ابھی جاؤ اور اسے ابھی اور اسی وقت لے کر آؤ۔ وہ دھاڑے

وہ تو گم ہو گئی۔ شیراز صاحب سمیت باقی بھی اسے گھور کر دیکھنے لگے جیسے اسکی بات سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟ گم ہو گئی۔ آفاق نے پوچھا

وہ وہ ہوسٹل میں تھی وہاں سے۔ آگے وہ ساری بات بتاتا چلا گیا

نالائق! گدھے کی دم۔۔۔۔۔ تم انسان ہو یا۔۔۔۔۔ ارے کوئی اپنی بیوی کو بھی بھولتا ہے؟ شیراز صاحب کا غصہ آسمان سے باتیں کرنے لگا باقیوں کو حیرت کے ساتھ ساتھ ہنسی بھی

آرہی تھی جاؤ اور ڈھونڈو اسے فورن۔انکا بس نہیں چل رجہ تھا کہ فہد کو دھکے دے کر باہر نکالے کہ وہ اپنی بیوی کو ڈھونڈ کر لائے

جج جی۔وہ فورن باہر بھگا اور یہ بات بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ وہ پچھلے کی ماہ سے اسے ڈھونڈ رہا ہے مگر اسکا کوئی سراغ نہیں ملا

عمیر تم ماہ رخ سے نکاح کر لو۔عمیر جو فہد کی درگت بنتے ہوئے دیکھ کر ہنس رہا تھا یک دم حیران پریشان ہو کر شیراز صاحب کو دیکھنے لگا

مم میں؟

کیوں تم نے بھی کہیں کر رکھی ہے؟

جج جی نن نہیں!وہ بوکھلایا

ایک جواب دو

لیکن ڈیڈی میں نے کبھی ماہ رخ کے بارے میں اس طرح سے نہیں سوچا میں اسے بہن سمجتا ہوں۔شہریار چونک اٹھا

نہیں سوچا تو اب سوچ لو۔کیا کمی ہے اس بچی میں؟حالات کی وجہ سے مجبور ہے ورنہ اتنے اچھے کالج میں پڑھاتی ہے اپنا کماتی ہے مگر آج حالات اسے اس مقام پر لے آے تو۔۔۔۔۔

ڈیڈی میں ماہ رخ سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ شہریار آخر بول ہی پڑا

کوئی ضرورت نہیں ہے اس پر ترس خانے کی۔ شیراز صاحب ناراضی سے بولے

ڈیڈی میں ترس نہیں کہا رہا۔ بس کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی۔ اسنے مسکراتے ہوئے کہا

تو اب کیا ہو گیا ہے؟ دور ہو گئی تمہاری غلط فہمی؟

جی

ہوں! وہ سوچنے لگے۔ اب سوچ لو تم نے خود ہی کہا ہے کہ تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو بعد میں اگر طعنے دئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ اسکے لیے کمی نہیں ہے۔ وہ اس وقت حقیقت میں لڑکی کے باپ لگ رہے تھے

انکی آخری بات پر شہریار نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کو کنٹرول کیا

جی میں یاد رکھوں گا کہ میں نے ہی آپ سے درخواست کی تھی اور مجھے معلوم ہے کہ اگر۔۔۔۔۔۔

کیا معلوم ہے؟ انہوں نے اسے گھورا

وہ کچھ نہیں! نکاح آج ہی ہو گا نا تو پھر رخصتی کب ہو گی۔ شہریار کے سوال پر شیراز صاحب اور وہاں موجود اسکے بھائیوں کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی

بڑی جلدی ہے صاحب زادے۔پہلے نکاح تو ہونے دو۔۔ عید پر رخصتی کر لیں گے تب تک وہ نالائق بھی اپنی کھوئی دلہن ڈھونڈ لائے گا۔ پھر وہ آفاق کو مخاطب کر کے بولے تم جاؤ کسی نکاح خواں کا بندوبست کرو۔ میں ذرا گاؤں میں اسکی نانی کو اطلاع کر دوں۔ آفاق چلا گیا

لیکن ڈیڈی اس طرح تو وہ لوگ۔۔۔۔۔ عزیر نے کچھ کہنا چاہا

تمہیں کیا لگتا ہے وہ نہیں اس کار خیر میں شریک ہوں گی؟ انہوں نے پوچھا تو عزیر نے سر جھکا لیا۔ وہ آفاق کے کمرے کی طرف بڑھ گیے جہاں ضوفی اور ماہ رخ موجود تھی

آہم آہم تو لوگ چھپ چھپ کر یہ کروائیاں کر رھے تھے۔ عمیر نے عزیر کو اشارہ کیا

کیا مطلب ہے تمہارا؟ شہریار نے غصے سے پوچھا جو کہ مصنوعی تھا

بھائی اسکو کہتے ہیں چور کی داڑھی میں تنکا۔ قاسم نے دانت نکالے تو وہ خجل سا ہو گیا

عمیر کی ہمدردی میں اتنی بڑی قربانی دینے چلے تھے۔۔۔۔۔ واہ بھئی۔۔۔۔۔۔ عزیر نے بے ساختہ ہنستے ہوئے کہا تو باقی سب بھی ہنسنے لگے جب کہ وہ بے چارگی سے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا

ویسے ایک بات کہوں۔۔۔۔ تمہیں صرف ماہ رخ ہی سیدھا کر سکتی ہے۔۔۔۔

بھائی یہ چکر کب سے چل رہا تھا؟ قاسم پوچھتے ساتھ ہی بھگا تھا۔

کیوں کہ اسنے شہریار کو جوتا اٹھاتے دیکھ لیا تھا۔

چکر کے بچے تجھے بتاتا ہوں۔وہ اسکے پیچھے بھاگا۔

توبہ فہد بھائی آپ تو بہت گھنے نکلے۔شہریار آج کسی کام سے آوٹ آف سٹی تھا اسی لیے ماہ رخ یہاں موجود تھی۔فہد صرف مسکرا کر رہ گیا۔اب پوری کہانی تو ضوفی اور ماہ رخ کو بھی معلوم نہیں تھی۔

اتنے آرام سے شادی کرلی اور ہوا بھی نہیں لگنے دی۔عزیر نے ماہ رخ کس جملہ مکمل کیا

دیور جی آپ تو یہ بات نا کریں نا آپ نے بھی تو ہوا نہیں لگنے دی ڈائریکٹ ایکشن کا مطالبہ کر دیا۔ضوفی نے عزیر کو چھیڑا تو وہ جھیں‌پ گیا۔

اوے تم نے کونسا ایکشن لیا ہے۔بتانا ذرا۔عمیر کے کان کھڑے ہو گیے تھے۔

عزیر نے ایک لڑکی پسند کی ہوئی ہے اور جلد ہی ہم اسکے گھر جارھے ہیں رشتہ لے کر۔ضوفی نے بتایا تل وہاں موجود تمام لوگوں کے منہ کھل گیے خاص طور پر عمیر وف آفاق حیرت کا شکار ہو گیے۔

بیٹا ہم سے پردہ داریاں ہیں۔عمیر نے اسے گھورا۔ہے کون؟

تل تو بہت اچھی طرح جانتا ہے اسے۔ ہر وقت تو تیری بے عزتی کرتی رہتی ہے فائزہ۔ عمیر نے ایک لمحے کے لیے نا سمجھی کے عالم میں عزیر کی طرف دیکھا پھر اسکی گرفت ڈھیلی ہو گئی۔

وہ۔۔ عمیر کے منہ سے پھنسی پھنسی آواز نکلی تو فہد بھی اسکی طرف متوجہ ہوا۔

ہاں وہی۔ لیکن فکر نا کر اب وہ تجھے کچھ نہیں کہے گی۔ عزیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہوں۔ عمیر نے اپنے تاثرات کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی۔

عمیر تم بھی تو بتا رہے تھے کسی کا۔ کیا بنا؟ تم نے بات کی؟ ضوفی نے عمیر سے پوچھا

اب وہ کیا بتاتا کہ کل ہی اسنے فائزہ سے بات کی تھی اور اسکی توقع کے برعکس اس نے نہایت تحمل سے اسکی بات سنی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی کہ دیا تھا کہ اس بارے میں فیصلہ اسکے والدین ہی کریں گے۔ یعنی اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اور آج ضوفی سے وہ یہی کہنے والا تھا مگر شاید فائزہ اسے عزیر ہی سمجھ رہی تھی۔ پہلی دفعہ اسے اپنے جڑواں ہونے پر شکوہ ہوا۔ مگر اگلے ہی لمحے اسنے خود کو سنبھال لیا۔ جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ شہریار ابھی تو اسکے لیے قربانی دے رہا تھا تو وہ کیوں نہیں۔

نہیں بھابی! میں بس موقع ہی ڈھونڈ تا رہا اور وہ لڑکی مجھے ٹاٹا کرتی ہوئی کسی اور کے سنگ چلی گئی

اسنے جان بوجھ کر بات کا رخ موڑا

پر تھی کون؟عزیر نے پوچھا

تھی ایک لڑکی۔تو نہیں جانتا اسے۔یہ کہ کر وہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا

جب کہ آفاق ابھی تک یہی سوچ رہا تھا کہ اسکے بھائی اس لڑکی سے اس حد تک اٹیچ ہو چکے ہیں کہ اپنے سیکریٹس بھی اس سے شیر کرنے لگے ہیں جب کہ پہلے تو ہر بات آفاق سے شیر کیا کرتے تھے۔

بھابی آپکو معلوم ہے پچھلے رمضان میں عمیر نے کتنا رولا ڈالا ہوا تھا کہ رمضان کی تیاری کرنی ہے۔پھر اسی کے اصرار پر ہم نے کُچھ پیشگی تیاری کی بھی تھی۔ مگر اب آپکو دیکھ کر احساس ہو رہا ہے کہ واقعی رمضان شریف کیے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔عزیر نہایت مہارت سے سبزیاں کاٹ رہا تھا جب کہ ماہ رخ پکوڑوں کے لیے بیس بنا رہی رہی۔اور ضوفی سموسے بنا بنا کر رکھ رہی تھی اور ساتھ ساتھ کافی چھوٹے چھوٹے کام بھی نپٹا رہی تھی۔روزانہ مسجد بھیجنے کے لیے اسنے الگ سے برتن نکالے تھے اور بڑے کور بھی۔اس سے پہلے اسنے سارے دیوروں کے ساتھ مل کر گھر کی صفائی کی تھی۔

بھابی املی کی چٹنی بھائی بنائے گا لاسٹ ٹائم فہد بھائی نے بنائی تھی۔بس گزارے لائق ہی تھی۔ قاسم نے اندر آتے ہوئے کہا۔

او کے جی اور کچھ ؟ضوفی نے مسکراتے ہوئے پوچھا

نہیں اور کچھ ضرورت ہی نہیں پہلے ہی آپ اتنا کچھ بنا رہی ہیں۔۔ہمارے فرج کیقسمت جاگ گئی ہے شاید۔

وہ بھی انکی مدد کرنے لگا۔

بھابی کل عزیر کی دلہن دیکھنے میں بھی جاؤں گا۔اسنے اچانک شوشا چھوڑا

مجھے یہ بتاؤ کہ دلہن میری تم دیکھ کر کیا کرو گے ؟جب مجھے ہی کوئی ساتھ لے کر نہیں جا رہا ۔عزیر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔اسے یقین تھا کہ ادھر سے ہاں ہی ہو گی۔کیوں کہ فائزہ کے والد ڈیڈی کے بہترین دوستوں میں سے تھے اور انکے بیٹوں کی آفاق اور فہد سے شناسائی نکل آئ تھی سو انکار کا کوئی جواز نہیں تھا۔

شیراز صاحب ضوفشاں آفاق شہریار اور فہد رشتہ لے کر گیے تھے سب کو لڑکی بہت پسند آئ تھی۔ضوفی اور شیراز صاحب کو لڑکی کی دوسری بہن عمیر کے لیے پسند آگئی تو اسکے لیے بھی رشتہ بھی مانگ لیا۔انہوں نے رسمی طور پر سوچنے کا ٹائم منگا تھا

واپس آکر جب شیراز صاحب نے عمیر کو بتایا تو اسنے جیسے آپکی مرضی کہ کر وت ختم کر دی انھیں عمیر سے اس درجہ سعادت مندی کی امید نہیں تھی سو آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لر خوب پیار کیا

جیسے آپکی مرضی۔۔ قاسم نے عمیر کی نقل اتاری۔توبہ تم نے تو لڑکیوں کو بھی مات دے دی۔

تو اور کیا کہتا؟ ڈیڈی نے جو بھی فیصلہ کیا ہو گا ٹھیک ہی ہو گا اور بھابی کو بھی وہ پسند ہے تو پھر اور کس اعتراض کرنا۔

قاسم کو جواب دیتے ہوئے اسنے خود کو بھی تسلی دی۔

جسے وہ وقتی جذبہ سمجھتا رہا وہ وقتی ہر گز نہیں تھا۔لیکن یہ بات سمجھنے میں اسنے خود ہی بہت دیر کر دی تھی اسکے لیے کوئی اور قصوروار نہیں تھا۔اسے وہ لڑتی لڑکی پہلی ہی نظر میں پسند آئی تھی جب اسنے لائبریری کا پوچھا تھا۔لیکن دل کی اس بات کو سمجھنے میں اس نے خود کو تاہی سے کام لیا۔تو اب کسی سے کیا کہتا۔وہ اٹھ کر جانے لگا تو ضوفی نے ایک خاکی لفافہ اسے تھما تے ہوئے کہا

یہ لو اپنی ہونے والی دلہن کی تصویر ہی دیکھ لو۔عائزہ نام ہے

ضوفی کی آنکھوں میں شریر سی چمک تھی۔فائزہ اور عائزہ کی ایک کزن نے اسے یونیورسٹی کے بہت سے قصے سنیے تھے۔عمیر نے لفافہ اسکے ہاتھ سے لے کر اپنے کمرے کی رائٹنگ ٹیبل پر ڈال دیا

ایک دفعہ ہی دیکھ لوں گا۔۔۔۔

الارم کی تیز آواز سے آفاق ہڑبڑا کر اٹھا۔ آج پہلا روزہ تھا۔اور الارم کے مطابق وہ پچیس منٹ لیٹ تھا۔وہ جلدی سے واش روم میں گھس گیا۔منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور تولیے سے چہرہ رگڑتا ہوا باہر نکلا۔اف ان لوگوں کو تو جگانا بھی عذاب ہے۔ آج پہلی ہی سحری لیٹ ہو گئی۔وہ باہر جانے لگا تو کسی چیز سے ٹھوکر لگی۔وہ ضوفی کے جوتے تھے۔یکدم آفاق کا سویا ہوا دماغ جاگ گیا۔اسنے اپنے بستر کی طرف دیکھا جہاں اسکے ساتھ کمرہ شیئر کرنے والا دوسرا وجود نہیں تھا۔

اوہ۔۔اسکے منہ سے اطمینان بھری سانس نکلی اور ساتھ ہی اسے اپنی پچھلی رمضان والی پریڈ یاد آ گئی۔سحری بنانا ساتھ ساتھ بھائیوں کو جگانا پھر برتن سمیتنا لیکن آج وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور ضوفی اندر داخل ہوئی لیکن اسے جاگتا پا کر وہ دروازے میں ہی رک گئی

وہ آپ جلدی سے اجین۔سحری کے لیے وقت کم رہ گیا ہے۔وہ کہہ کر واپس بھاگی تو وہ اپنے بال ہاتھوں سے درست کرتا ہوا نیچے چلا آیا۔

حیرت کا ایک جھٹکا تھا جو اسے لگا تھا سب ہی ٹیبل پر موجود تھے۔شہریار اور عزیر بھی۔۔اور بالکل فریش موڈ میں۔یہ وہ تھے جنہیں سحری سے پانچ منٹ پہلے سحری کا خیال آتا تھا۔اور آج وہ اس کا انتظار کرr ہے تھے۔

ارے واہ آج تو بڑے بڑے لوگ بھی نظر آرہے ہیں جو مردوں سے شرط لگا کر سویا کرتے تھے

کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے آفاق بولا تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی

جب جگانے والے اتنے اچھے ہوں تو پھر شرط چھوڑنی ہی پڑتی ہے۔عزیر پر ٹھے لاتی ہوئی زوفی کو دیکھ کر بولا۔آفاق کی نظرےں بھی ضوفی کی طرف اٹھی۔صرف ایک لمحے کے لیے اسنے سوچا۔اگر وہ ہائی سوسائٹی کی اپنے جیسی ہی لڑکی سے شادی کرتا تو کیا وہ یہ سب کرتی۔یہ سب اس طرح خوش ہوتے۔اس بات کے فیفٹی فیفٹی چانس تھے اور فیفٹی پر سنت رسک بھی تھا۔اگر اس گھر کی بڑی بہو ہی ایسی ویسی آجاتی تو۔۔۔

تو ممی جاتے جاتے بھی میری زندگی بنا گئی۔اسنے مسکرا کر پوچھا

آہم آہم بھائی۔کیا بھابی کو پہلی دفعہ دیکھ رہے ہیں۔شہریار نے آفاق کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تو شیراز صاحب کے سامنے ایسی بات پر وہ جھینپ گیا۔شیراز صاحب کو بھی خوشگوار سی حیرت اور پھر خوشی بھی ہوئی۔

آں نہیں تو۔۔۔وہ اور کیا کہتا۔اسنے تو اسکے بارے میں سوچا بھی پہلی دفعہ تھا۔

بھائی سحری کے لیے تھوڑا ہی ٹائم بچا ہے یہ سوچ بچار پھر کبھی کر لیجیے گا۔عزیر بولا تو وہ اپنے سامنے پڑے خانے کی طرف متوجہ ہوا

جاری ہے عزیرk کے سسرال والوں نے ہاں کر دی تھی ۔اب ان سب کا ارادہ آخری عشرے میں منگنی کرنے اور عیدی وغیرہ بھی دے انے کا ارادہ تھا۔افطاری میں ابھی کچھ وقت تھا۔

عمیر عزیر اور قاسم کی چھٹیاں تھی۔سو وہ سب ضوفی کے ساتھ روزانہ ہی شاپنگ کے لیے جاتے تھے۔

تین تین دلہنوں کی شاپنگ کرنی تھی۔بیچاری ضوفی گھر اور بازار کے بیچ گھن چکر بن چکی تھی ماہ رخ کا تو شاید اب رخصت ہو کر ہی انے کا ارادہ تھا۔ایک بھی چکر نہیں لگایا تھا اسنے رمضان میں۔ آج دلہنوں کے لیے منگنی کے جوڑے لینے تھے۔

اوہو تم لوگوں کو بھی بس ایک جیسی ہی چیز پسند آتی ہے۔کم از کم کلر ہی مختلف لے لو۔ضوفی سے غلطی ہو گئی کہ اسنے دونوں کو اپنی اپنی دلہن کے لیے خود سے جوڑے پسند کرنے کا کہہ دیا۔اب دونوں کو ایک ہی جوڑا اور کلر پسند آیا تھا۔اور ضوفی نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

بھابی یہی کلر فائزہ کا فیورٹ ہے نا۔عزیر نے بتایا تو عمیر فورن اپنی پسند سے دست بر دار ہو گیا۔ضوفی نے ویسا ہی جوڑا دوسرے کلر میں لے لیا۔

کمبائن منگنی کے لیے ایک ہال بک کروایا گیا تھا افطاری کے بعد ذرا لیٹ فنکشن تھا۔شادی کے بعد وہ آج پہلی دفعہ تیار ہوئی تھی۔سی گرین اور براؤن کلر کے خوبصورت سی نگینوں والے سوٹ میں ہلکا میک اپ اسنے فنکشن کے لحاظ سی ہی کیا ہوا تھا۔سائیڈ سی مانگ نکال کر اسنے بالوں کو پیچھے کر کے کھلا چھوڑا ہوا تھا۔اندر آتا آفاق ٹھٹھک کر رک گیا اسے آج معلوم ہوا تھا کہ ضوفی کے بال اتنے لمبے ہیں۔اس کے اندر آتے ہی وہ باہر چلی گئ

ہر لحاظ سی مکمل ہے پھر مجھے کس بات کا احساس کمتر ی ہے پڑھی لکھی ہے بات کرنے کا ڈھنگ اتا ہے ہر بات اس میں موجود ہے جو اچھی شریک حیات میں ہونی چاہیے پھر اور کیا چاہیے مجھے ؟کس چیز کا انتظار ہے مجھے ؟ اگر اسکی جگہ کوئی اور ہوتی تو جو رویہ میں نے اسکے ساتھ اپنا ئے رکھا اس پر زمیں آسمان ایک کر دیتی مگر یہ تو۔۔۔۔وہ سر پکڑ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔

رسم کے لیے دونوں دولہاوں کو اسٹیج پر لایا گیا تو وہ اسٹیج پر آکر بت بن گیے۔ٹکر ٹکر دونوں دلہنوں کو دیکھنے لگے۔

آہم آہم کیا بات ہے بچو؟ آج یہیں پوری رات گزرنے کا پروگرام ہے۔ آفاق پیچھے سی آ کر بولا تو وہ سکتے سی باہر آئے۔

مگر یہ دونوں۔۔۔ وہ دونوں ایک ساتھ بولے

اپنی شکلیں دیکھی ہیں کبھی آئینے میں؟ شہریار نے کہا

جب تم دونوں ہو سکتے ہو تو یہ کیوں نہیں؟ دوسروں پر پابندی ہے کیا؟ قاسم نے کہا تو وہاں کھڑے سب لوگ بے اختیار قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گیے کیوں کہ وہاں بیٹھی دونوں دلہنیں بالکل ایک جیسی تھی جیسے یہ دونوں۔۔۔۔

بھائی یہ ضوفی بھابی کی پلاننگ تھی۔ فہد نے کہا

لیکن ایک مسلہ ہے؟ اب پتہ کیسے چلے گا کہ فائزہ بھابی کونسی ہیں اور عائزہ بھابی کون؟ کہیں دلہنیں بدل نا جایں؟ عاصم کی اپنی ہی پریشانی تھی

او یہ تو ہمیں معلوم ہے۔ وہ دونوں خوشی سی بولے اور جا کر اپنی اپنی دلہن کے ساتھ بیٹھ گیے

ارے۔ تم لوگوں کو کیسے پتہ چلا؟ فہد نے حیرت سی پوچھا باقی سب بھی حیران تھے

ضوفی بھابی کی مہربانی سے ہم نے مل کر ہی اپنی پسند کے منگنی کے جوڑے لیے تھے۔ عزیر نے بتایا تو اسٹیج پر کھڑے ہجوم نے hooting شروع کر دی

منگنی کی رسم کے بعد سب لوگ ادھر ادھر ہو گیے تو فائزہ اور عزیر باتوں میں لگ گیے

جب کہ عمیر سوچ رہا تھا کہ نا جانے عائزہ کون تھی اور فائزہ کون؟ اور اسے جو پسند تھی وہ فائزہ تھی یا پھر۔۔۔۔۔ شکل چاہے ایک جیسی ہی تھی مگر ایک خلش سی تھی۔ وہ اسی خیال میں تھا جب کسی نے اسکے بازو پر چٹکی کٹی۔

اسنے چونک کر اپنے پہلو میں بیٹھی ہوئی منگیتر کو دیکھا۔

زبردستی کی ہے کسی نے؟ جو سڑے ہوئے بینگن جیسا منہ بنا کر بیٹھے ہوئے ہو۔ اگر ایسا ہی تھا تو وہ یونیورسٹی میں کیا بکواس کر رہے تھے؟ ہاں بولو

عمیر آنکھیں پھاڑے عائزہ کو دیکھ جا رہا تھا

بالکل وہی انداز وہی باتیں تیز مرچ والی۔۔ وہ بڑبڑایا۔

اب ایسے آنکھیں پہاڑ کر کیا دیکھ رہے ہو! نظر لگاؤ گے کیا؟ عائزہ کو غصہ آگیا

یا ہو۔۔ وہ یک دم اچھل کر کھڑا ہو گیا

ارے رے! وہ بیچاری گھبرا کر سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ فائزہ اور عزیر نے بھی گھبرا کر اسکی طرف دیکھا کہ اس وقت اس پر کیا دورہ پڑا ہے

کیا ہوا ہے؟ عزیر نے پوچھا مگر وہ اسٹیج سی اتر کر دوڑتا ہوا تھوڑی دور بیٹھی ضوفی کے پاس گیا جو اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ بھابی آپکو معلوم تھا نا۔ وہ بچوں کی طرح خوش ہو رہا تھا

بالکل! مگر تمہارے بقول اس لڑکی کی تو۔۔۔۔۔ ضوفی نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑا

ویسے اگر تم تصویر دیکھ لیتے تو تمہیں سارے سوالوں کا جواب مل جاتا

گھر واپس آتے ہی سب سی پہلے ان دونوں نے وہ تصویر والا لفافہ تلاش کیا اور تصویر دیکھ کر دونوں ہی سر پیٹ کر رہ گیے

کیا تھا اگر تم پہلے اسے دیکھ لیتے۔ عزیر نے عمیر سی کہا کیوں کہ وہ تصویر دونوں بہنوں کی تھی جس میں وہ ہنس رہی تھی۔ تصویر کے ساتھ ایک خط بھی تھا۔

ڈیر ٹوئنز

دوسروں کو اپنی شکلوں کی بدولت بے وقوف بنانے والو! کیسا لگا خود بے وقوف بن کر؟ ہماری ایک کزن نے ہمیں پہلے ہی تم دونوں کے متعلق وارن کر دیا تھا۔ سو اس دفعہ تم لوگوں کی چال تم پر ہی الٹ گئی۔ اور تم لوگوں کو پہچاننے کے لیے اسنے ایک نشانی بھی بتادی تھی۔ عمیر کی پیشانی پر تل اور عزیر کی ٹھوڑی پر۔۔۔۔ خیر! کیسا لگا خدا اپنے ہی دام میں آکر

فائزہ اور عائزہ

خط پڑھ کر وہ دونوں ہی اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیے۔

یہ ٹو واقعی ہمارے ساتھ ہو گیا۔ عمیر بولا ٹو عزیر نے بھی اسکی تائید کی۔

بالکل

آج ستائیسویں شب تھی۔سب عبادت کر کے اب سو رہے تھے۔سوائے ضوفی اور فہد کے۔دونوں ہی اپنے اپنے کمروں میں ابھی تک عبادت میں مصروف تھے۔

ضوفی نے دوا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔مگر اسکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ مانگے تو کیا مانگے۔اتنا کچھ تو مل گیا تھا اسے سوائے۔۔۔۔

یا اللہ تو دلوں کا حال بہتر جانتا ہے۔تو سب جانتا ہے جو دعا میرے دل میں ہے مگر میرے لبوں پر نہیں آپارہی۔اے اللہ تو تو وہ بھی سن لیتا ہے۔

ادھر فہد کے لبوں پر بھی کچھ ایسی ہی دعا تھی

یا اللہ!وہ میری ذمہ داری تھی۔میں نے اپنی ذمہ داری نبھانے میں کوتاہی کی۔یا اللہ تیرے بعد اس دنیامیں صرف میں ہی اسکا سہارا تھا۔میں ہی اسے بھول گیا اسے بیچ منجھدار میں بھول گیا یا اللہ ایک دفعہ وہ مجھے دوبارہ مل جائے میں اپنی ساری ذمہ داریاں نبھاوں گا۔اے اللہ صرف ایک دفعہ

اپی!اپنے اس چھچھورے دیور کو سمجھا دو۔ورنہ میں اسکا سر پھاڑ دوں گی۔آج چاند رات تھی ۔تھوڑی دیر پہلے وہ لوگ ماہ رخ کو لے کر آگے تھے۔کیوں کہ عید کی چھٹیوں کی وجہ سی

ہوسٹل خالی ہو چکا تھا۔اسکے ساتھ اسکی روم میٹ بھی آئی تھی۔جو کہ اب اسکی گہری سہیلی بن چکی تھی۔

اس وقت لاؤنج میں ماہ رخ کا ہی سامان بکھرا پڑا تھا۔پرسوں اسکی رخصتی تھی۔شہریار ابھی باہر سے آیا تھا اور یہیں لاؤنج میں ڈٹ گیا تھا۔

لو بھائی عمیر۔دیکھ لو آج تمہاری خواہش کے مطابق عید کی تیاری بھی ہو گئی ہے۔چوڑیاں مھندی وغیرہ وغیرہ۔شہریار نے ماہ رخ پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

بھابی اپ نے عید کے کیسے کپڑے لئے ہیں؟ قاسم نے اچانک ضوفی سے پوچھا تو ضوفی گڑبڑا گئی۔جب آفاق سمیت سب اسکی طرف دیکھنے لگے۔

وہ۔۔۔میرے اتنے سارے نئے سوٹ پڑے ہیں۔اس لیے میں نے نہیں لئے۔

جی ہمیں پتہ تھا۔اپکا یہی جواب ہو گا۔کسی کو اپکا خیال ہی نہیں۔اس لیے ہم سب بھائیوں نے آپکے لیے عید کی شاپنگ کی ہے۔عمیر نے کہا اسکا سارا زور "کسی" پر ہی تھا۔آفاق نے چونک کر ضوفی کی طرف دیکھا۔یعنی اس نے سب کو بتایا ہوا تھا سب کچھ۔

بھابی کی طرف کیا دیکھتے ہیں۔ہمیں نظر نہیں آتا کیا۔شہریار نے کہا تو وہ شرمندہ ہو گیا۔اتنے میں عاصم اور قاسم کچھ پیکٹ اٹھا لائے۔

یہ لیں بھابی۔ یہ ہماری طرف سی آپکے لئے عید گفٹ ۔انہوں نے وہ سارے پیکٹ ضوفی کے سامنے ڈھیر کر دئے۔خوبصورت سا سوٹ میچنگ سینڈل چوڑیاں جیولری اور بھی نا جانے کیا کیا۔اٹھا لاے تھے وہ۔ضوفی کی آنکھیں اتنی محبت پر بھیگ گئی۔ابھی وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ شیراز صاحب اپنے کمرے سے نکل آے۔

ارے۔۔تم یہاں کیا کر رھے ہو۔۔جاؤ اپنے کمرے میں۔۔۔۔خبر دار ۔۔بغیر کسی ضرورت کے اپنے کمرے سی باہر نکلے تو۔۔۔۔انہوں نے شہریار کو جھاڑا۔شہریار منہ بنا کر اوپر جانے لگا تو عمیر نے اسے منہ چڑایا۔اتنے میں فہد باہر سے آیا۔وہ شکل سے ہی تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

تم؟فہد کی حیران نظریں صوفے کے کونے پر چپ چاپ بیٹھی لڑکی پر پڑی۔جو ارد گرد سے بے نیاز کسی اور جگہ ہی پہنچی ہوئی تھی۔فہد کی آواز پر گڑبڑا کر کھڑی ہو گئی اور فہد کو دیکھ کر تو جیسے بت بن گئی۔

فہد بھائی! یہ میری روم میٹ ہے۔اسکا اس دنیا میں ایک شوہر کے سوا کوئی نہیں۔وہ مردود اسے بھول کر نجانے کہاں دفعان ہو گیا ہے بڑا ہی خبیث انسان۔۔۔۔ماہ رخ نے تعارف کا فریضہ انجام دینا چاہا۔مگر فہد نے جیسے کچھ سنا ہی نا تھا۔اور تیر کی طرح اس لڑکی کی طرف بڑھا۔

کہاں چلی گئی تھی تم؟ کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تمہیں؟ بس پاگل ہونے کی کسر رہ گئی تھی۔اسنے صبا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔جب کہ ماہ رخ نے صورت حال سمجھ آتے ہی زبان دانتوں تلے دبالی۔وہ فہد کو کیسے کیسے القابات سے نواز چکی تھی۔شہریار سیڑھیوں سے ہی پلٹ آیا تھا۔

بھابی نمبر تین۔ قاسم ہنستے ہوئے عمیر اور عزیر کے کانوں می بولا۔

اپ تو مجھے بھول ہی چکے تھے۔واپس ہی نہیں آے۔ہوسٹل بند ہو گیا تو کہاں جاتی میں؟ آخر کار صبانے بھی زبان کھولی

تو بتا تو دیتیں۔فہد نے ایک دفعہ پھر اسے جھنجھوڑ دیا۔تو وہ زور و شور سے رونے لگی۔جب کہ شہریار نے آکر فہد کو پیچھے کیا۔

فہد بس کر دو۔ غلطی تمہاری اپنی ہے۔اس پہ کیوں اپنی frustration نکال رھے ہو۔شیر از صاحب نے کہا تو وہ سر پکڑ کر دوسرے صوفے پر جا بیٹھا۔

اتنے مہینوں سے ڈھونڈ رہا ہوں اسے۔دماغ خراب ہو گیا تھا میرا یہ سوچ سوچ کر کہ ناجانے کہاں گئی ہو گی۔اسنے تھکے تھکے لہجے میں کہا تو صبا نے روتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔واقعی وہ الجھا ہوا الگ رہا تھا۔

چلو اب بس کرو جو بھی ہو گیا۔ ہماری بہو خیر خیریت سے اپنے گھر آگئی ہے۔ ہمارے لئے یہی کافی ہے۔ شیراز صاحب نے صبا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اور تم اب بیٹھ کیوں گیے ہو؟ جاؤ۔ جا کر صبا بیٹی کو عید کی شاپنگ کرواؤ۔ پرسوں ماہ رخ کی رخصتی کے ساتھ تم لوگوں کا ولیمہ بھی ارینج کر لیتے ہیں۔ شیراز صاحب نے منٹوں میں سارا پروگرام ترتیب دے دیا۔

مگر۔۔۔صبا نے کچھ کہنا چاہا مگر فہد کھڑا ہو چکا تھا۔

چلو !

گاڑی سٹارٹ کیے وہ فرنٹ ڈور کھولے بیٹھا تھا۔ اسکے بیٹھتے ہی اسنے گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھائی۔

آئی ایم ریلی سوری۔ مگر اپ ہی بتایں۔ میں کیسے آپکو بتاتی یہ سب حالات ۔۔ فہد کی حالت دیکھ کر صبا نا چاہتے ہوئے بھی خود کو قصوروار ٹھہرا کر اس سے معافی مانگ رہی تھی۔

پلیز کچھ تو بولیں۔ اسکے مسلسل چپ رہنے پر اسنے کہا

آج اتنے عرصے بعد تمہاری آواز سننے کو ملی ہے۔ وہ گاڑی روک کر اسکی طرف مڑا۔ سو تم ہی بولتی رہو نا۔

جی۔۔۔وہ حیران رہ گئی۔ اسے لگا تھا ابھی وہ اور غصہ کرے گا مگر۔۔۔۔۔۔

مجھے بہت غصہ تھا تم پر۔۔۔لیکن تمہیں دیکھتے ہی سب ختم ہو گیا۔سو اب سوری کی ضرورت نہیں۔کیوں کہ غلطی میری ہی تھی۔سب کو بتا دیتا تو۔۔۔۔

میں اکیلا تو پھر بھی بھول جاتا مگر یہ شیطانوں کی فوج بھولنے نا دیتی۔اسنے ہنستے ہوئے کہا۔

ویسے مسز اپ بھولنے والی چیز نہیں ہیں۔آنکھوں میں شرارت لیے وہ اسکی طرف جھکا تو وہ جھینپ کر باہر دیکھنے لگی

تم لوگ کہاں جا رھے ہو؟ فہد کے جانے کے بعد شہریار کو اپنے کمرے میں بند کر دیا گیا تھا۔جب کہ ماہ رخ اوپر ہی دوسرے کمرے میں تھی۔اب آفاق نے عمیر عزیر کو اکھٹے باہر جاتا دیکھا تو پوچھا

بھائی سمجھا کریں نا۔۔۔عید کا چاند دیکھنے جا رھے ہیں۔۔۔۔عمیر نے کہا

کیا مطلب؟؟؟ آفاق نے پوچھا

آپکو کہاں مطلب سمجھ آتا ہے۔اپکا تو چاند آپکے آس پاس ہی ہے۔پر آپکو دکھائی ہی نہیں دیتا۔۔عزیر نے کہا اور دونوں باہر نکل گیے۔عاصم اور قاسم نجانے کون سے کونوں کھدروں میں گھسے ہوئے تھے۔میدان صاف تھا۔کچن سے کھٹ پٹ کی آوازیں آ رہی تھی۔

ضوفی جلدی جلدی صبح کے لیے چیزیں تیار کر رہی تھی۔وہ جا کر اسکے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

آ۔۔۔آپ؟وہ مڑی تو ڈر گئی۔

ہاں جی میں۔۔۔۔میں نے سوچا میں بھی عید کا چاند دیکھ لوں۔جو میرے آس پاس ہے۔اسنے ضوفی کے گیلے ہاتھ پکڑ لیے۔ضوفی کو گویا کرنٹ لگا تھا۔

مم۔۔۔مطلب؟بولنا بھی محال ہو رہا تھا۔

صرف ایک بات کہنی ہے۔اگر ہزار واٹ کا بلب لے کر بھی ڈھونڈتا تو مجھے تمہاری جیسی لڑکی نہیں ملتی۔مجھے تم سے محبت نہیں تھی۔

اسکی اس بات پر ضوفی نے اسکی طرف دیکھا۔

مگر اب شدید قسم کی ہو گئی ہے۔نجانے کیا جادو ہے تم میں۔۔۔۔۔

وہ۔۔۔۔مجھے کام کرنا ہے۔۔۔اسنے گھبرا کر ہاتھ چھڑانا چاہا۔مگر آفاق کی گرفت کافی مظبوط تھی۔

اتنے عرصے کام ہی تو کرتی رہی ہو۔۔۔بس اب۔۔۔۔اور کچھ نہیں کرنا سوائے ۔۔۔۔۔۔ضوفی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا

آفاق نہایت تسلی اور فرصت سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

تم نے مھندی نہیں لگوانی؟اسنے پوچھا تاکہ وہ کچھ تو بولے۔

نہیں۔۔وہ جلدی اتر جائے گی نا۔۔

لیکن مجھے بہت پسند ہے۔شادی کی پہلی رات تمہاری مھندی کی خوشبو نے مجھے بہت ڈسٹرب کیا تھا۔اب وہ کیا کہتی۔

چلو آؤ شاپنگ بھی تو کرنی ہے۔۔

مگر وہ تو سب نے۔۔۔

سب نے گفٹ دیا ہے مگر کل تو تم میری پسند کے کپڑے پہنو گی نا۔۔اسکے نا نا کرنے کے باوجود اسے کھینچتا ہوا لے کر باہر نکل آیا۔

تم؟تم یہاں کیا کر رھے ہو؟ماہ رخ اچھل پڑی۔شہریار اچانک ہی اسکے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

وہ عید کا چاند دیکھنے۔

مطلب؟وہ حیران ہوئی۔

بھائی اپ عید کا یہ چاند باہر جا کر فرصت سے دیکھ سکتے ہیں ڈیڈی کسی بھی وقت آ سکتے ہیں۔باہر سے قاسم کی آواز آئی تو اسنے جھٹ ماہ رخ کا ہاتھ پکڑا اور باہر نکل آیا۔

انکل نے دیکھ لیا تو کیا کہیں گے؟ماہ رخ رک گئی

اگر تم یہیں کھڑی رہی تو ضرور دیکھیں گے۔وہ اسے لیے باہر آ گیا۔

مگر کہاں جانا ہے؟

بھئی شادی سے پہلے پہلی اور آخری چاند رات ہے اس پہ بھی ڈیڈی نے پہرہ لگا دیا تو کچھ نا کچھ تو کرنا تھا نا۔

وہ مزے سے بولا تو وہ بھی اسکی نرالی منطق سن کے ہنس پڑی

ارے اتنی جلدی ہے آپکو دی اینڈ کی۔ابھی تو اپ نے قصر لائلہ کی رونق دیکھی ہی نہیں۔چلیے پھر چلتے ہیں قصر لائلہ کا ایک اور روپ دیکھنے کے لیے۔۔۔

جی جی۔یہ آوازیں بالکل قصر لائلہ سے ہی آرہی ہیں۔اندر چلیے نا۔۔۔رستہ تو یاد ہی ہو گا آپکو۔بالکل وہی والا۔

آج عید کا دن ہے اور ساتھ ہی شہریار صاحب کی ڈھولکی بھی۔اوہو اندر چلیں سب معلوم ہو جائے گا۔

جی تو یہ لاؤنج میں ہی سب جمع ہیں۔عمیر صاحب ڈھولک کم بجا رہے ہیں اور عائزہ کو زیادہ تاڑ رہے ہیں لیکن وہ بھی عائزہ ہی ہے برابر انھیں اگنور کیے جا رہی ہیں۔فائزہ صاحبہ ماہ رخ بی بی کے پاس گھسی بیٹھی ہیں۔سامنے والے صوفے پر فہد صاحب اپنی مسز کے ساتھ براجمان ہیں۔اور آج تو انکی شوخیاں بھی عروج پر ہیں۔صبا بھی کل کی نسبت آج زیادہ پر اعتماد نظر آرہی ہے۔

فائزہ اگر ماہ رخ کے دائیں جانب براجمان ہے تو عزیر صاحب بائیں سائیڈ بیٹھے ہوئے ہیں۔ قاسم اور عاصم پہلے تو گانے گانے می مصروف تھے مگر کچھ دیر پہلے سامنے والے اور ساتھ والے بنگلے سے دو مہمان لڑکیاں آئیٔ تھی صو انکی توجہ اب ادھر زیادہ اور گانوں پر کم تھی۔ شیراز صاحب ڈرائنگ روم میں اپنے دوستوں کو کمپنی دے رھے تھے۔

اوہ دولہا صاحب تو غائب ہیں۔ یہی سمجھے ناآپ۔۔۔۔

ارے بھئی۔ انکے ساتھ کل رات بہت بری ہوئی۔ واپسی پر شیراز صاحب نے انھیں رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ سو اب وہ شیراز صاحب کی نگرانی میں تھے یعنی ڈرائنگ روم میں بیٹھے جمائیاں لے رھے تھے۔ مگر خیر اتنے سیدھے تو وہ بھی نہیں ہیں۔ کسی نا کسی کم سے باہر آجاتے اور پھر شیراز صاحب کو زحمت کرنا پڑتی انکے کان پکڑ کر واپس لے جانے کی۔

ارے یہ کون ہے؟؟

واو۔

وہاٹ آ کپل۔۔۔۔

یہ اپنے۔۔۔۔ آہم آفاق صاحب اور ضوفی بی بی ہیں۔ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے۔ آفاق کی تو سرگوشیاں ہی ختم ہونے کو نہیں آرہی۔ اور ضوفی کے چہرے کو آج کسی میک اپ کی ضرورت ہی نہیں۔

آج قصر لائلہ کے آنگن میں یکے بعد دیگرے کئی چاند اترے تھے اور قصر لائلہ وجود زن سے سج سا گیا تھا۔ کہاں ایک سال پہلے تک یہاں کوئی صنف نازک نامی کوئی چیز ہی نہیں تھی اور آج تو جیسے اسکی قسمت جاگ اٹھی تھی۔

اچھا چلیں اب۔۔انھیں ایک۔

اپنے گھر جا کر عید منائیں اور خوش

رہیں اپنے خرچے پر۔ عید مبارک

ختم شد